ڈاکٹر شاہ انجم

# راس مسعود ایجوکیشن اینڈ کلچر سوسائٹی آف پاکستان کی تعلیمی، سماجی اور ادبی خدمات کا جائزہ

# An overview of Educational, Social and Literary Services of Sir Ross Masood Education and Cultural Society of Pakistan

**Dr. Shah Anjum**, Assistant Professor, Government Degree College, Hyderabad.

**Abstract:**

This article casts light and critically examines social, cultural, educational and academic services generally, and literary services with reference to Urdu literature specially, rendered by Ross Masood Educational and Cultural Society of Pakistan, founded by Jalil Ahmed Kidwai in 1963. The society presented precious work in three major fields:
(a) Education (b) Public Library (c) Publication
The works by the society benefited not only the scholars and researches from the sub-continent but also the those from Britain and America.

زیرِ نظر مقالے کا مقصد ''راس مسعود ایجوکیشن اینڈ کلچر سوسائٹی آف پاکستان''، اور اس کے بانی جلیلؔ قدوائی کی تعلیمی، سماجی اور ادبی خدمات کا تحقیقی جائزہ پیش کرنا ہے۔

اس مقالے کے محتویات کی ترتیب حسبِ ذیل ہے:

۱۔ جلیلؔ قدوائی کی علمی، ادبی، تعلیمی اور سماجی خدمات کا اجمالی تعارف۔

۲۔ سر راس مسعود کی تعلیمی، سماجی اور ادبی خدمات کا اجمالی تعارف۔

۳۔ راس مسعود کی یادگار کے اغراض و مقاصد اور اہمیت۔

۴۔ راس مسعود ایجوکیشن اینڈ کلچر سوسائٹی آف پاکستان کی
★ تعلیمی ★ سماجی اور ★ ادبی، خدمات کا اجمالی جائزہ۔

لہٰذا اس ترتیب کے مطابق پہلے جلیل قدوائی کی خدمات کا اجمالی تعارف ملاحظہ ہو:

(۱)

جلیل احمد قدوائی (علیگ) (۱۹۰۴ء۔۱۹۹۶ء) اُردو کے ممتاز شاعر، محقق، مُرتّب، تنقید نگار، افسانہ نگار، لُغت نگار، خاکہ نگار، مترجم، صحافی اور ماہرِ تعلیم تھے۔ آپ کی مرتبہ، مصنفہ اور مولفہ کتابوں کی تعداد دو درجن سے زائد ہے۔ جن میں تین شعری مجموعوں ۱؎ کے علاوہ ''دیوانِ بیدار'' (۱۹۳۷ء)، ''انتخابِ حسرت'' (۱۹۲۹ء)، ''سیرِ گل'' (۱۹۲۷ء)، ''اصنامِ خیالی'' (۱۹۳۳ء۔ افسانے، تراجم)، ''مونا وانا'' (ڈراما۔۱۹۳۳)، ''انتخاب شعرائے بدنام'' (۱۹۶۰ء)، مکتوباتِ عبدالحق (۱۹۶۳ء)، کلامِ غالب (نسخہ قدوائی۔۱۹۶۰ء)، ''تنقیدیں اور خاکے'' (۱۹۵۲ء)، ''تذکرے اور تبصرے'' (۱۹۵۹ء)، ''چند اکابر، چند معاصر'' (۱۹۷۷ء)، ''چند اور اکابر چند اور معاصر'' (۱۹۹۳ء)، ''تجزیے اور تجربے'' (۱۹۹۰ء)، ''شعراء و شعریات'' (۱۹۹۱ء)، ''مسعود، فوسٹر مراسلت'' (انگریزی۔ ۱۹۸۴ء)، ''وہن انڈیا واز ڈوائڈڈ'' (انگریزی۔ ۱۹۸۷ء)، ''شعلۂ مستعجل'' (۱۹۸۲ء)، ''اوراقِ گُل'' (۱۹۸۹ء)، ''خیابانِ مسعود'' (۱۹۷۰ء)، ''سرسیّد علیہ الرحمہ مع ضمیمہ سیّد محمود'' (۱۹۸۵ء) اور ''حیاتِ مستعار'' (خودنوشت۔ ۱۹۸۷ء) قابلِ ذکر ہیں۔

پریم چند اور ترقی پسند تحریک کے درمیانی عرصے میں جن لوگوں نے چیخوف، موپساں اور میٹرلنک کے تراجم اور راسی انداز پر طبع زاد افسانوں کے ذریعے سے اُردو افسانے کے فن کو آگے بڑھایا ہے، بلاشبہ جلیل قدوائی اُن میں ایک ممتاز مقام کے حامل ہیں۔

انھوں نے ۱۹۲۵ء تک شعر و ادب کی اتنی خدمت کر لی تھی کہ رام بابو سکسینہ نے اپنی ''تاریخِ ادب اُردو'' میں ان کا ذکر رشید احمد صدیقی، حامد اللہ افسر اور مسعود حسن رضوی ادیب کے ساتھ کیا ہے۔ ۲؎

شعبۂ اُردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں اُستاد کی حیثیت سے بھی انھوں نے یادگار خدمات انجام دی ہیں۔ ۳؎ جہاں انھوں نے علی سردار جعفری (پیدائش گونڈہ: ۱۹۱۳ء)، سعادت حسن منٹو (۱۹۱۲ء۔۱۹۵۵ء)، جاں نثار اختر (پیدائش: ۱۹۱۴ء)، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی (۱۹۱۶ء۔۱۹۹۴ء)، شان الحق حقی (پیدائش: ۱۹۱۷ء) ایسے نامور شاگردوں کی ذہنی تربیت میں حصہ لیا۔ ۴؎

مئی ۱۹۳۶ء میں حکومتِ ہند کے شعبۂ اطلاعات کی درخواست پر سرکاری ملازمت میں چلے آئے بعد ازاں حکومتِ پاکستان کی وزارتِ اطلاعات نیز اس کے متعلقہ محکموں میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہنے کے بعد ۱۹۵۹ء میں متقاعد ہوئے۔ ۵

ریٹائرمنٹ کے بعد ''ڈان'' میں تبصرہ نگاری کے ساتھ ساتھ ترقی اُردو بورڈ کے بیرونی معاون بھی رہے۔ ۱۹۶۲ء میں انجمنِ ترقی اُردو سے بہ حیثیت اسسٹنٹ سیکریٹری (تحقیق) وابستہ ہوگئے۔ جہاں ابتداء میں انتظامی اُمور کے نگراں رہے اس کے بعد بابائے اُردو، کی نگرانی میں مرتّب و شائع ہونے والی انجمن کی سب سے بڑی ''انگریزی اُردو'' اور ''اُردو انگریزی'' لُغات کی نظرِثانی و اضافہ کا کام بھی بہ حسن وخوبی انجام دیا۔ ۱۹۷۸ء میں انجمن سے سبک دوش ہوئے۔ انجمنِ ترقی اُردو میں آپ نے سولہ برس کام کیا ہے ضرورت ہے کہ اس عرصے پر محیط آپ کی انتظامی اور علمی خدمات کی دیگر تفصیلات کو بھی سامنے لایا جائے۔ اس کے بعد دو مرتبہ (۱۹۷۸ء اور ۱۹۸۶ء میں) انگلستان، کینیڈا اور امریکہ کی سیاحت کی۔ اپنے اسفارِ علمی میں آپ نے ای، ایم فوسٹر اور راس مسعود پر تحقیق کرنے والے مغربی اسکالرز، پروفیسر فربینک اور رابن لوئس سے ملاقاتیں کیں۔ ان محققین نے اپنی کتابوں میں راس مسعود کے حوالے سے جلیل قدوائی کی تصانیف سے استفادے کا ذکر کیا ہے۔ اور ان کے شکر گزار ہوئے ہیں۔ آپ وفات سے کچھ عرصہ پہلے (۱۵رجون ۱۹۹۴ء) تک اپنے قائم کردہ ادارے ''راس مسعود ایجوکیشن اینڈ کلچر سوسائٹی آف پاکستان'' کے معتمدِ اعزازی رہے اور یوں انھوں نے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں پر سرسیّد احمد خان، سرراس مسعود اور مسلم یونیورسٹی کے بےنظیر احسانات سے نئی نسل کو روشناس کرانے کا قومی فریضہ انجام دیا۔ ۶

(۲)

جیسا کہ جلیل قدوائی کے اجمالی تعارف میں بیان ہوچکا ہے کہ آپ نے سرسیّد احمد خان (م۱۸۹۸ء) کے پوتے اور جسٹس سیّد محمود (م۱۹۰۳ء) کے فرزند سرراس مسعود (۱۸۸۹ء۔۱۹۳۷ء) کی حیات اور کارناموں کی یادگار کے طور پر ۱۹۶۳ء میں ''راس مسعود ایجوکیشن اینڈ کلچر سوسائٹی آف پاکستان'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا، جس کی ۶۳۔۱۹۶۴ء میں باقاعدہ رجسٹریشن کرائی گئی۔ اس کا رجسٹریشن نمبر KAR.No:15979 ہے۔ جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کی

تعلیم وتربیت کے لیے اور ان کے علمی، ادبی، فکری، سماجی، تہذیبی و ثقافتی شعور کو بیدار کرنے میں سرسیّد احمد خان (م۱۸۹۸ء) کی مساعی سے کون ناواقف ہوگا؟ سر راس مسعود (۱۸۸۹ء۔۱۹۳۷ء) نے بھی مذکورہ شعبوں میں اپنے دادا کی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے خاص طور پر مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کے حوالے سے قابلِ ذکر خدمات انجام دی ہیں۔

اہلِ علم بخوبی جانتے ہیں کہ غیر منقسم ہندوستان میں آپ کا وجودِ مسعود کس قدر غنیمت تھا، اور آپ کے انتقال پر علامہ اقبال کس طرح تڑپ اُٹھے تھے۔ جنھوں نے نہایت رنج و ملال اور کرب کے عالم میں ''مسعود مرحوم'' کے عنوان سے اپنی دلی کیفیات کو ایک مرثیے کی شکل میں نظم کیا تھا۔ سرِ دست دو شعر ملاحظہ ہوں:

''رہی نہ آہ زمانے کے ہاتھ سے باقی
وہ یادگارِ کمالاتِ احمد و محمود
زوالِ علم و ہُنر مرگِ ناگہاں اس کی
وہ کارواں کا متاعِ گراں بہا، مسعود'' ۷

آپ کی علمی، ادبی، تعلیمی، تہذیبی اور قومی خدمات کا اجمالی تذکرہ کرتے ہوئے جلیل قدوائی رقم طراز ہیں کہ:

''نواب مسعود جنگ ڈاکٹر سرسیّد راس مسعود بی اے (آکسن) بار ایٹ لا، ایل ایل ڈی، ڈی لٹ نہ صرف سرسیّد کے بے حد لاڈلے پوتے یعنی جسٹس سیّد محمود کے بیٹے تھے بلکہ خود اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ ایک مشہور ماہرِ تعلیم اور علم پرور انسان..... حیدرآباد دکن میں عثمانیہ یونی ورسٹی کے قیام اور اُردو کو اعلیٰ سطح تک ذریعۂ تعلیم بنانے کے سلسلے میں نیز انجمنِ ترقی اُردو کے صدر کی حیثیت سے اُن کی شاندار خدمات بھلائی نہیں جاسکتیں۔ انگریزی زبان کے مشہور ناولسٹ اور انسان دوست شخصیت ای، ایم فوسٹر نے ان کے مرنے پر لکھا تھا کہ 'اُن کا سا کوئی شخص نہ کبھی تھا، نہ ہوگا'۔ فوسٹر نے اپنا ناول (A passage to India) جس کی فلمیں بنیں اور جسے ڈرامائی شکل میں بھی دُنیا کے ہر حصے میں دکھایا گیا، راس مسعود ہی کی ایما پر تصنیف کیا اور اس کا انتساب انھیں کے نام سے کیا۔ انھوں نے اپنی وائس چانسلری کے زمانے میں علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کی مالی اور معیارِ تعلیم کے لحاظ سے نہایت گرتی ہوئی حالت کم سے کم مدت میں سنبھالی۔ طلبہ میں علم و خدمت، قوم کی سچی لگن، کردار کی بلندی و پاکبازی اور عزتِ نفس کی خوبیاں پیدا کر دیں۔'' ۸

راس مسعود کی علمی، ادبی، تعلیمی اور سماجی خدمات کی تفصیلات کے لیے اکادمی ہٰذا کی اُردو۔ انگریزی مطبوعات ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ جنھیں جلیلؔ قدوائی ہی نے اپنے حواشی و تعلیقات کے ساتھ مرتب و شایع کیا ہے۔ ایسی درجن بھر کتابوں میں ''مرقعِ مسعود''، ''خیابانِ مسعود''، ''شعلۂ مستعجل''، ''اوراقِ گل''، اور ''فوسٹر۔ مسعود لیٹرز'' خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ سردست طوالت کے پیشِ نظر اسی پر اکتفا کرتے ہوئے مذکورہ ادارے کے اغراض و مقاصد اور اس کی اہمیت کی طرف آتے ہیں۔

(۳)

مقاصد اور اہمیت:

راس مسعود کی مذکورہ تاریخی خدمات کے پیشِ نظر ضرورت تھی کہ ان کی یاد میں کوئی قومی یادگار قائم کی جائے۔ چنانچہ جلیلؔ قدوائی نے اسی مقصد اور ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے کراچی میں علی گڑھ کے کچھ دوستوں کی مدد سے ۱۹۶۳ء میں اس ادارے کی بنیاد ڈالی۔ وہ اس کے بنیادی مقاصد اور ضرورت پر اجمالی روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:

> ''موصوف کی اعلیٰ قومی خدمات کی یادگار قائم کرنے کی اشد ضرورت تھی اور یہی مقصد سامنے رکھ کر راس مسعود سوسائٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔'' ۹

اس اجمال کی تشریح کرتے ہوئے آپ نے سوسائٹی کے درج ذیل اغراض و مقاصد بیان کیے ہیں:

''۱۔ ملک میں تعلیمی، ادبی اور ثقافتی مفادات اور سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی و ترقی۔

۲۔ علم کی توسیع و ترویج کی غرض سے ادب کی طباعت و تقسیم۔'' ۱۰

جلیلؔ قدوائی اس ادارے کے نہ صرف بانی تھے بلکہ آپ اس کے تاحیات معتمدِ اعزازی اور خادم بھی رہے۔ آپ نے اس ادارے کے مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے راس مسعود کی حیات و خدمات پر ایک درجن سے زائد کتب شایع کرکے نہ صرف اپنے حصّے کی ذمہ داریوں کو پورا کیا، بلکہ اپنے ملک و قوم کے ذمے عائد ہونے والے فرضِ کفایہ کو بھی ادا کیا۔

راس مسعود کی وفات (۳۰ر جولائی ۱۹۳۷ء) کے وقت ہی سے ہندوستان میں آپ کی یادگار قائم کرنے کی باتیں ہوتی رہیں، منصوبے بنتے رہے مگر ایں سعادت بزورِ بازو نیست

کے مصداق صرف سہ ماہی اُردو، کے ایک نمبر اور چند متفرق مضامین کی اشاعت کے علاوہ کماحقہٗ بات نہ بن سکی۔ لیکن جب اس خدمت کا قرعۂ فال، جلیلؔ قدوائی کے نام نکلا تو اُنھوں نے جس خلوص، تن دہی، شوق اور لگن کے ساتھ یہ کام انجام دیا اور ساری زندگی انجام دیا، اس کی بابت تفصیلات تو اپنے مقام پر پیش کی جائیں گی لیکن سرِ دست اس ادارے کی بابت ملک اور بیرونِ ملک کے اہلِ علم نے جو اظہارِ خیال کیا ہے اس کے چند اقتباسات ملاحظہ کیجیے:

راس مسعود کی وفات پر بابائے اُردو، کے ذہن میں بھی ان کی یادگار قائم کرنے کا منصوبہ تھا، جو سہ ماہی اُردو، کی ایک اشاعت [۱۱] مخصوص کردینے کے سوا پورا نہ ہوسکا۔ جلیلؔ قدوائی کے نام اپنے ایک مکتوب میں موصوف رقم طراز ہیں کہ:

> ''میں اُن کی یادگار قائم کرنے کی فکر میں ہوں لیکن ابھی قطعی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا کیوں کہ ہماری قوم کے اکثر بزرگوں کی موت پر ایسے منصوبے ہوئے اور کسی نے کچھ نہ کیا۔'' [۱۲]

جلیلؔ قدوائی نے زبانی دعووں کے برعکس عملی قدم اُٹھاتے ہوئے مذکورہ ادارے کی بنیاد رکھی تو راس مسعود کے قریب ترین دوست اور مشہور مؤرخ پروفیسر ہارون خان شروانی (پدما بھوشن، م۱۹۸۰ء) [۱۳] نے دکن سے اپنے ایک مکتوب میں جلیلؔ قدوائی کو لکھا کہ:

> ''مسعود کی شخصیت بڑی اہم شخصیت تھی، لیکن ہم بہت جلد اپنے محسنوں کو بھول جاتے ہیں۔ کتنے لوگ ہیں جو کماحقہٗ سرسیّد اور سیّد محمود سے بھی واقف ہیں۔ نام جپنا ایک چیز ہے اور جانے والوں کے افکار سے کام لینا دوسری چیز۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے مسعود کی یاد کو تازہ کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہے۔'' [۱۴]

اسی طرح انجمنِ ترقیِ اُردو، کے صدر اخترؔ حُسین (ہلالِ پاکستان، م۱۹۸۳ء) [۱۵] نے اس یادگار کے قیام پر یوں اظہارِ خیال کیا:

> ''سرسیّد راس مسعود مرحوم..... اور اُن کے خاندان کے کارناموں کو نئی نسل کے سامنے پیش کرنا قوم پر اُن کے احساناتِ عظیم کا نہایت معمولی اعتراف ہے اور مجھے اس امر کی خوشی ہے کہ راس مسعود کی یادگار قائم کرکے اس اعتراف کو پاکستان میں پائیدار شکل دینے کی تدابیر اختیار کی جارہی ہیں۔ راس مسعود ایجوکیشن اینڈ کلچر سوسائٹی آف پاکستان'' نے اپنے سامنے ایسے مقاصد رکھے ہیں جن سے یہ فرض بہ خوبی پورا ہوسکے گا۔'' [۱۶]

جب کہ جناب مشفق خواجہ (۱۹۳۵ء۔۲۰۰۵ء) راس مسعود کے حوالے سے ان کی یادگار کی بابت رقم طراز ہیں کہ:

> ''ہماری تہذیبی و تعلیمی زندگی پر راس مسعود کے بڑے گہرے اثرات ہیں۔ ان شعبوں میں آج جو ترقی نظر آتی ہے وہ بڑی حد تک راس مسعود ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہم نے ان خدمات کا صلہ یہ دیا ہے کہ راس مسعود کو بُھلا دیا۔ لیکن خدا بھلا کرے جناب جلیل قدوائی کا کہ اُن سے یہ بے انصافی نہ دیکھی گئی اور اُنھوں نے راس مسعود ایجوکیشن اینڈ کلچر سوسائٹی، قائم کر کے ایک طرف تو راس مسعود کو فراموش کر دینے کی غلطی کی تلافی کی اور دوسری طرف تعلیمی، ادبی اور علمی محاذ پر گراں قدر کارنامے انجام دیے۔'' ۱۷

مندرجہ بالا اقتباسات کے بعد اب اس ادارے کی خدمات کے جائزے کی طرف آتے ہیں۔ جس کا آغاز حسبِ ذیل دو اُمور کو پیشِ منظر میں لانے سے ہوتا ہے:

۱۔ سوسائٹی کا دائرۂ کار ۲۔ تقسیم کار

جہاں تک سوسائٹی کے دائرہ کار کا تعلق ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر چہ یہ پاکستان سطح پر ایک ''مختصر سی جماعت'' تھی، جو ''رجسٹری شدہ ادارے کی حیثیت سے وجود میں آئی تھی''۔ ۱۸ لیکن اس کے بانی اور معتمد اعزازی نے سوسائٹی کی فیض رسانی اور اس کے اثر و نفوذ کو برصغیر پاک و ہند کی حدود سے بھی باہر تک یعنی لندن اور امریکہ کے علمی حلقوں تک پہنچا دیا تھا۔ اس کا اندازہ سوسائٹی کے ساتھ مندرجہ ذیل اہلِ علم کے ربط و ضبط سے بھی لگایا جا سکتا ہے:

- ★ پروفیسر ہارون خان شروانی (حیدر آباد دکن) ۱۹
- ★ پی۔ این۔ فربینک (لندن) ۲۰
- ★ مسٹر۔ آر۔ ڈبلیو نوبل (لندن)
- ★ رابن لوئس (امریکہ)
- ★ ڈاکٹر سیّد حامد حسین (انڈیا) ۲۱

علاوہ ازیں سوسائٹی کے اثر و نفوذ کے وسیع حلقے کا کچھ اندازہ اس کے معطیان، اعزازی ارکان دوامی اور ارکانِ عمومی کی مندرجہ ذیل فہرست میں شامل برصغیر پاک و ہند کے علاوہ، انگلستان، کناڈا اور متحدہ عرب امارات سے تعلق رکھنے والی بعض علمی اور سماجی شخصیّات کے ناموں سے بھی ہوتا ہے۔

''راس مسعود ایجوکیشن اینڈ کلچر سوسائٹی آف پاکستان'' کے سرپرست، معطیان، اعزازی ارکانِ دوامی اور عمومی کی مذکورہ فہرست ملاحظہ ہو:

سرپرست:

۱۔ جناب ابرار حسن خان، کراچی (رکنِ منتظمہ)۔[۲۲]

۲۔ جناب حمید، ڈی، حبیب، کراچی۔[۲۳]

۳۔ جناب قدرت اللہ شہاب، اسلام آباد۔[۲۴]

معطیان:

۴۔ بیگم سُلطانہ اکبر مسعود، کراچی (خازن)۔[۲۵]

۵۔ بیگم انجم عباسی، کراچی۔

۶۔ جناب سیّد انور مسعود، دوبئی، متحدہ عرب امارات۔[۲۶]

۷۔ ڈاکٹر احسان رشید، کراچی۔[۲۷]

۸۔ جناب مقبول احمد قدوائی، کراچی۔[۲۸]

۹۔ حکیم محمد سعید، ستارۂ امتیاز، کراچی۔

اعزازی ارکان دوامی:

۱۰۔ ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی، کراچی۔[۲۹]

۱۱۔ سیّد ہاشم رضا، کراچی۔[۳۰]

۱۲۔ میجر جنرل سیّد شاہد حامد، راولپنڈی۔[۳۱]

۱۳۔ جناب مشفق خواجہ، کراچی۔[۳۲]

۱۴۔ پروفیسر مسیح الدین احمد صدیقی، اسلام آباد۔[۳۳]

ارکانِ عمومی:

۱۵۔ جناب جلیل قدوائی، کراچی (معتمد اعزازی)

۱۶۔ بیگم ہُرمزی قدوائی، کراچی (رکنِ منتظمہ)۔۳۴

۱۷۔ ڈاکٹر مسز پروین بشیر احمد، کوونٹری، انگلستان۔۳۵

۱۸۔ جناب خورشید حسن میر، راولپنڈی۔

۱۹۔ جناب آر۔ڈبلیو۔نوبل، لندن، انگلستان۔۳۶

۲۰۔ جناب اشفاق الرب سائل، کراچی۔

۲۱۔ سیّد سعید جعفری، کراچی۔۳۷

۲۲۔ ڈاکٹر سیّد انعام احسن، کراچی۔۳۸

۲۳۔ جناب حسن احمد شاہ، حیدرآباد۔۳۹

۲۴۔ سیّد مسعود الحسن زیدی، لاہور۔

۲۵۔ جناب عرفان علی بیگ مرزا، کراچی۔

۲۶۔ حاجی فریدالدین صدیقی، حیدرآباد۔۴۰

۲۷۔ جناب محمد عبدالجلیل صدیقی، حیدرآباد۔

۲۸۔ جناب منصور عین الجلیل قدوائی، ایڈمنٹن، کناڈا۔۴۱

۲۹۔ خواجہ سیّد عبدالقیوم، کراچی۔

۳۰۔ بیگم الطاف منصور، کراچی۔

۳۱۔ جناب سیّد عالم شاہ، کراچی (رکن منتظمہ)۔

۳۲۔ جناب شجاع احمد زیبا، کراچی (شریکِ معتمد)۔۴۲

۳۳۔ شاہ انجم، حیدرآباد۔

اراکین کی درج بالا فہرست حتمی نہیں ہے بلکہ یہ راس مسعود اکادمی کی مختلف کتابوں مثلاً ''شعلۂ مستعجل'' (مطبوعہ ۱۹۸۲ء) ''تجزیے اور تجربے'' (مطبوعہ ۱۹۹۰ء)، ''چند اور اکابر، چند اور معاصر'' (مطبوعہ ۱۹۹۳ء) کے ضمیمہ جات سے اخذ کرتے ہوئے تیار کی گئی ہے۔ یقیناً اس میں کچھ نام رہ گئے ہوں گے۔

اس سوسائٹی کے دائرۂ کار کی وضاحت کے بعد اب اس کے تقسیم کار کی طرف آتے ہیں جو اس ادارے کی تاریخی منتظمہ کے فاضل اراکین نے نہایت غور و فکر کے بعد تجویز کی تھی۔ سوسائٹی کی منتظمہ کی مجوزہ تقسیم کار کے بیان سے قبل ضروری ہے کہ اس تاریخی یادگار کے مقاصد کے حصول کے لیے قابلِ عمل منصوبہ بندی کرنے والی منتظمہ کے فاضل اراکین کے اسمائے گرامی جو ''مسئلۂ یادگارِ مسعود'' مطبوعہ لگ بھگ ۱۹۶۹ء میں شائع شدہ ہیں، سامنے لائے جائیں۔ لہٰذا ذیل میں مذکورہ منتظمہ کے ساتھ ساتھ اس وقت کے دیگر اراکین و رفقاء اور سرپرست خواتین و حضرات کے اسمائے گرامی بھی پیش کیے جاتے ہیں:

سرپرست:

۱۔ ڈاکٹر ممتاز حسن، ال، ال، ڈی (ستارۂ پاکستان)۔ ۴۳

۲۔ جناب آر، ڈی، حبیب، (ستارۂ قائداعظم)۔

۳۔ ڈاکٹر احسان رشید صدیقی۔ ۴۴

منتظمہ:

| | |
|---|---|
| ۴۔ الحاج مولوی عزیز الحق، ستارۂ خدمت۔ ۴۵ | (صدر) |
| ۵۔ جناب جلیل قدوائی۔ | (معتمدِ اعزازی) |
| ۶۔ جناب منظور حسین، بیرسٹرایٹ لاء۔ | (خازن) |
| ۷۔ سیٹھ محمد یوسف۔ | (رکن) |
| ۸۔ بیگم ہرمزی قدوائی۔ ۴۶ | (رکن) |
| ۹۔ بیگم منصور خاں۔ | (رکن) |

ارکانِ عمومی:

۱۰۔ ڈاکٹر پروین بشیر احمد۔

۱۱۔ جناب منصور عین الجلیل قدوائی۔

رفقاء:

۱۲۔ بیگم نادرہ احسان رشید صدیقی۔

۱۳۔ بیگم اے، ایس، چھتاری۔

۱۴۔ سیّد انور مسعود۔ ۴۷

۱۵۔ سیّد اکبر مسعود۔

(۴)

مجوزہ تقسیمِ کار کے ضمن میں معتمدِ اعزازی کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ سوسائٹی کے اغراض و مقاصد کے پیشِ نظر مذکورہ منتظمہ نے جو اسکیم تیار کی، اس کے تحت مندرجہ ذیل ''تین شعبے قائم کیے'' ۴۸ گئے تھے:

اوّل: شعبۂ تعلیم و تربیت

دوم: راس مسعود لائبریری

سوم: راس مسعود اکادمی

اب ذیل میں ان تینوں شعبوں کے سلسلے میں سوسائٹی کی خدمات کا بالترتیب جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

## اوّل: شعبۂ تعلیم و تربیت

''شعبۂ تعلیم و تربیت'' کی مجوزہ اسکیم پر عمل درآمد کے سلسلے میں پہلا قدم تو یہ اُٹھایا گیا کہ بیگم ہُرمزی قدوائی (م۱۹۹۳ء) نے اپنے ذاتی اسکول ''اورنگی ہلز اسکول'' واقع نارتھ ناظم آباد کراچی کو سوسائٹی سے متعلق کر دیا، جو اس وقت ایک کرایے کی عمارت میں چل رہا تھا۔ جہاں ''حتی الامکان پبلک اسکول کی طرز پر انگریزی میں..... سیکنڈری جماعتوں تک تعلیم ہوتی تھی جب کہ اُردو، اور دینیات لازمی مضامین'' ۴۹ تھے۔

جلیؔل قدوائی نے سوسائٹی کے شعبۂ تعلیم و تربیت کے سب سے اہم منصوبے پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا ہے کہ:

''مسعود مرحوم کی عظمت کے پیشِ نظر ہماری اسکیم یہ ہے کہ اس اسکول کو ترقی دے کر علی گڑھ کے نمونے پر ایک اقامتی کالج بنایا جائے جس میں جہاں تک ممکن ہو سائنس کی تعلیم پر زور دیا جائے''۔[۵۰]

چنانچہ سوسائٹی کی جانب سے مذکورہ اسکیم کے مطابق ۱۹۶۶ء سے قبل ہی ''نارتھ ناظم آباد کے بلاک اے میں کے ڈی اے سے تین ایکڑ سے کچھ زائد ایک قطعۂ اراضی خریدا گیا''۔[۵۱] اور اس پر مجوزہ نقشے کے مطابق بڑی ''تن دہی اور دل سوزی سے ایک ایک پیسہ جوڑ کر''[۵۲] کالج اور اداروں کے لیے عمارت تعمیر کی گئی۔ جس میں اورنگی ہلز اسکول کو بھی شفٹ کر دیا گیا۔

اگرچہ سوسائٹی کی مذکورہ اسکیم پر عمل درآمد کے لیے زمین کا حصول اور پھر اس پر عمارت کی تعمیر کوئی آسان ہدف نہ تھا مگر جلیلؔ قدوائی کی بلند ہمتی اور شبانہ روز محنت نے اس مشکل ہدف کو بھی حاصل کر لیا۔ اس ادارے کے قیام کے لیے آپ کے علاوہ جن اداروں اور دیگر لوگوں نے بھرپور تعاون کیا تھا اس کا بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:

''اس [اسکول کی تعمیر کے] سلسلے میں ہمیں اپنے اور ہم سب کے مخدوم جناب علامی ڈاکٹر ممتاز حسن، ال ال ڈی، ستارۂ امتیاز پاکستان کا سپاس گزار ہونا چاہیے جنھوں نے مینجنگ ڈائریکٹر نیشنل بینک آف پاکستان کی حیثیت میں سوسائٹی کو نہ صرف وقتاً فوقتاً کئی ہزار روپے کے عطیات مرحمت فرمائے بلکہ زمین پر قبضہ کرنے کی غرض سے آسان شرائط پر مبلغ دس ہزار روپے کی رقم خطیر بطور قرض بھی عطا فرمادی۔ ہم سنٹرل بورڈ آف ریونیو کے شکر گزار ہیں جنھوں نے سوسائٹی کے عطیات کو انکم ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دے دیا اور ڈپٹی کمشنر صاحب کراچی کے بھی، جنھوں نے سوسائٹی کو عطیات وصول کرنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ ان آسانیوں سے فائدہ اُٹھا کر بینک کا قرضہ ادا کیا جا چکا ہے اور مزید رقم فراہم کرنے کی کوششیں برابر جاری ہیں۔''[۵۳]

اس اقتباس سے جلیلؔ قدوائی کی تعلیمی و سماجی خدمات کے حوالے سے جہاں بعض علم پرور اداروں کا مثبت کردار سامنے آتا ہے وہیں ان کی عملی کوششیں بھی سامنے آتی ہیں۔ سماجی خدمت کے حوالے سے یہ پہلو بھی قابلِ ذکر ہے کہ سوسائٹی کے اس تعلیمی منصوبے کی بدولت اپنے زمانے میں ایک محدود سطح پر ہی سہی اس علاقے کے تعلیم یافتہ افراد کو برسرِ روزگار ہونے کے کچھ نہ کچھ مواقع بھی میسّر آئے۔ علاوہ ازیں راس مسعود سوسائٹی کے

اس ''اورنگی ہلز اسکول'' کے احاطے میں وقتاً فوقتاً بڑی باوقار علمی و ادبی محفلیں بھی منعقد ہوتی رہی ہیں۔ جن کی تفصیلات ملک کے موقر اخبار و رسائل میں محفوظ ہیں۔ ایک ایسی ہی تاریخی اور نہایت ستھری محفل مشاعرہ بسلسلۂ جشنِ آزادی کی روداد سامنے لائی جاتی ہے۔ جس کے مطابق مذکورہ محفل ۱۳راگست ۱۹۶۳ء یوم سہ شنبہ وقت نو بجے شب حلقۂ نگارش کراچی کے زیر اہتمام ''اورنگی ہلز اسکول'' کے احاطے میں منعقد ہوئی۔ اس بزم میں جوشؔ ملیح آبادی (۱۸۹۸ء۔۱۹۸۲ء)، جلیلؔ قدوائی (۱۰۹۴ء۔۱۹۹۶ء)، ماہر القادری (۱۹۰۷ء۔۱۹۷۸ء)، سیّد محمد جعفری (۱۹۰۷ء۔۱۹۷۶ء)، زیبا ردولوی (۱۹۰۸ء۔۱۹۶۸ء)، تابش دہلوی (پیدائش ۱۹۱۱ء)، میناز بیری، تحسین سروری (۱۹۱۷ء۔۱۹۷۶ء)، سوزؔ شاہ جہاں پوری، افسر امروہوی (۱۸۹۶ء۔۱۹۸۴ء) ایسے نمایاں شعراء کے علاوہ منتخب مشتاقانِ سخن مثل پیر حسام الدین راشدی (۱۹۱۱ء۔۱۹۸۲ء)، ڈاکٹر شوکت سبزواری (۱۹۰۸ء۔۱۹۷۳ء)، سابق جسٹس لاری، مسٹر مبین الحق صدیقی، مسٹر محسن صدیقی (ایم پی اے)، پروفیسر یوسف سلیم چشتی، سیّد الطاف علی بریلوی (۱۹۰۵ء۔۱۹۸۶ء)، ایسے مشاہیر کی یکجا شرکت بھی کراچی کی ادبی تاریخ کا ایک قابلِ ذکر واقعہ ہے۔ سب سے بڑھ کر اس اجتماع کو تاریخی حیثیت بخشنے والی شخصیت نواب صدیق علی خاں (۱۹۰۰ء۔۱۹۷۴ء) صدر مشاعرہ کی نظر آتی ہے جو تحریکِ پاکستان کے ممتاز کارکن اور آل انڈیا مسلم لیگ نیشنل گارڈ کے سالارِ اعلیٰ کے ساتھ ساتھ ہماری عصری و ثقافتی تاریخ کا بھی روشن باب ہیں۔ اس یادگار مشاعرے کی تصویری جھلکیاں روزنامہ ''حریت'' کراچی میں ۱۸راگست ۱۹۶۳ء کو صفحہ ۴ پر ''اورنگی ہلز کا ایک مشاعرہ'' کے عنوان سے شائع ہوئیں جب کہ ۲۶راگست ۱۹۶۳ء کی اشاعت میں صفحہ ۶ پر ''حلقۂ نگارش کا مشاعرہ'' کے عنوان سے تفصیلی رپورٹ مع انتخابِ کلام و تصاویر تقریباً پورے صفحے پر شائع کی گئیں۔ علاوہ ازیں روزنامہ ''انجام'' کراچی میں بھی اتوار ۳۱راگست ۱۹۶۳ء کی اشاعت میں ''محفلِ مشاعرہ'' جو جشنِ آزادی کے موقع پر منعقد ہوئی'' کے عنوان سے انتخابِ کلام، مع تصاویر شائع کیا گیا۔ ذیل میں روزنامہ ''حریت'' کراچی کی رپورٹ سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

''جشنِ آزادی کے سلسلے میں حال ہی میں..... اورنگی ہلز اسکول کے احاطے میں زیر صدارت نواب صدیق علی خاں صاحب، ایک مشاعرہ منعقد ہوا، جس میں شہر کراچی کے بیشتر شعرا نے شرکت کی جن میں حضرت جوش ملیح آبادی، ماہر القادری، سیّد محمد جعفری، زیبا ردولوی، سراج الدین ظفر، تابش دہلوی، مینا زبیری، زکریا مائل، اعجاز الحق قدوسی، سوز شاہ جہاں پوری، شاعر لکھنوی، اقبال صفی پوری، عابد حشری، عیش ٹونکی، اُمید ڈبائیوی، افسر امروہوی، تحسین سروری اور یاور عباس کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ ہندوستان کے خوش فکر شاعر جناب محمود آفندی نے بھی جو آج کل کراچی تشریف لائے ہوئے ہیں، اپنے پُر لطف کلام سے سامعین کو نوازا۔ سارا احاطہ مشتاقانِ سخن سے، جن میں سینکڑوں کی تعداد میں خواتین بھی شریک تھیں، بھرا ہوا تھا۔ محفل نہایت ستھری اور بارونق تھی۔ ہر طرف روشنیاں تھیں اور شعراء کو ڈھائی بجے رات تک خوب خوب دادِ تحسین ملی۔ مشاعرہ کے خاتمے پر جناب ذوالفقار علی بخاری تشریف لائے تو ایک مختصر مجلس سخن پھر آراستہ ہوئی اور موصوف نے اپنے پر سحر کلام سے چند دیگر شعراء کے ساتھ ساڑھے چار بجے صبح تک سامعین کو متاثر و محظوظ فرمایا۔ محفل کا آغاز جناب جلیل قدوائی منتظم و کنوینر کی استقبالیہ تقریر اور بعدہٗ موصوف کے کلام سے ہوا۔'' ۵۴

یہ اسکول بڑے اطمینان سے آہستہ آہستہ سوسائٹی کے مقاصد کی تکمیل کی جانب رواں دواں تھا کہ اچانک ۱۹۷۲ء میں بلدیہ عظمٰی کراچی نے حکومت پاکستان کی نئی پالیسی کے تحت اس اسکول کو بھی مع عمارت کے قومیالیا۔ ۵۵ حکومت کے اس اقدام سے سوسائٹی کا کلیدی ادارہ، جو تعلیمی اور سماجی مقاصد کے تحت وجود میں آیا تھا، بالکل ختم ہو کر رہ گیا۔ سوسائٹی کے مقاصد کے پیش نظر یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ اگر اس اسکول کو بدستور کام کرنے کا موقع دیا جاتا تو یقیناً یہ پاکستان میں علی گڑھ جیسے عظیم ادارے کی، ''جس کی گود میں پاکستان کے بیشتر معماروں کی پرورش ہوئی'' ۵۶ ایک چھوٹی سی یادگار ضرور ثابت ہوتا۔

حکومت کے اس اقدام سے جہاں سوسائٹی کو لاکھوں روپے کا مالی نقصان برداشت کرنا پڑا وہیں ایک ناقابلِ تلافی نقصان یہ ہوا کہ معاشرے میں جاری صحت مند سماجی، ثقافتی اور تعلیمی سرگرمیاں یک لخت موقوف ہوگئیں۔ بعد ازاں اسی اقدام کی بدولت ہی پڑھے لکھے مخلص طبقے کا معاشرے سے فاصلہ بڑھتا چلا گیا۔ اور اب تو یہ فاصلہ اتنا بڑھ چکا ہے کہ جسے کم کرنے میں ایک عرصہ درکار ہوگا، بشرطیکہ کوئی جلیل قدوائی بھی درمیان میں ہو۔

دوم: راس مسعود لائبریری:

اس سوسائٹی کا دوسرا اہم شعبہ ''راس مسعود لائبریری'' پر مشتمل تھا، جو اسی ادارے کے زیر اہتمام چلنے والے اسکول (اورنگی ہلز اسکول نارتھ ناظم آباد، کراچی) ہی کی عمارت میں قائم کیا گیا تھا۔ اس لائبریری کا باضابطہ افتتاح ۱۹۶۶ء میں بدست ڈاکٹر ممتاز حسن ہوا۔[۵۷] لائبریری کے قیام کے لیے سب سے پہلے ملنے والے مالی تعاون اور اس کے افتتاح، نیز دیگر معاون اداروں اور شخصیات کے بارے میں تذکرہ کرتے ہوئے جلیل قدوائی رقم طراز ہیں کہ:

> ''راس مسعود لائبریری کے ذریعے ہم نے شہر کراچی کے نوآباد علاقے نارتھ ناظم آباد کو جہاں کتابوں کا قحط تھا، فیض یاب کرنا چاہا تھا۔ اس کے لیے کتابوں کی فراہمی کے سلسلے میں راقم نے اپنا ہی ذخیرہ نذر نہیں کیا بلکہ کراچی اور لاہور کے نامور علمی اداروں اور ناشروں،.....اور صاحبانِ علم و فضل مثلاً ڈاکٹر ممتاز حسن مرحوم، سیّد ہاشم رضا اور مشفق خواجہ نے دل کھول کر تعاون کیا۔ ممتاز حسن مرحوم نے لائبریری کے لیے سب سے پہلی رقم کئی ہزار کی عنایت کی، خود اس کا افتتاح کیا اور مزید کچھ نہ کچھ اس کی اور اسکول کی بھی مالی امداد کرتے رہے۔''[۵۸]

ڈاکٹر ممتاز حسن مرحوم نے جب وہ ''نیشنل میوزیم آف پاکستان'' کے صدر تھے، وقتاً فوقتاً مالی امداد کے علاوہ بعض اہم نوادرات کی نقول بھی مذکورہ لائبریری کو فراہم کیں۔ اس ضمن میں آپ نے مسعود کے سفر نامۂ جاپان انگریزی موسوم بہ ''Travels in Japan''[۵۹] کے علاوہ سرسیّد احمد خان کی دو مشہور و معروف کتابیں ''اسبابِ بغاوتِ ہند'' اور ''سرکشیِ بجنور'' کے اُن کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے مسودات کی فوٹو کاپیاں کرا کے لائبریری کو نذر کر دیں۔''[۶۰]

ڈاکٹر ممتاز حسن مرحوم ہی کی طرح لائبریری کے لیے بیش قیمت عطیۂ کتب دینے والے حضرات میں سیّد ہاشم رضا، مشفق خواجہ جن کا پہلے بھی ذکر آ چکا ہے، سیّد الطاف علی بریلوی، مُلّا واحدی، بیگم اے ایس، چھتاری (سابق لیڈی مسعود) بیگم نادرہ احسان رشید صدیقی (دخترِ راس مسعود و بہو رشید احمد صدیقی)[۶۱] نمایاں ہیں۔

اراکینِ سوسائٹی کی یہ دلی تمنا تھی کہ مذکورہ لائبریری علاقے کی ایک مثالی لائبریری ہو، اس کی توسیع کی بابت تفصیلات بتاتے ہوئے جلیل قدوائی رقم طراز ہیں کہ:

> ''ہم کوشش میں ہیں کہ لائبریری میں عام دل چسپی کی معیاری کتابیں اور تازہ ترین مطبوعات زیادہ سے زیادہ تعداد میں آ جائیں اور ساتھ ہی ایک دارالمطالعہ بھی

قائم کر دیا جائے جہاں بیٹھ کر نہ صرف وہ نادر کتب مُطالعہ کی جاسکیں جو لائبریری سے باہر نہیں جاسکتیں بلکہ اس علاقے کے عام شائقین کے لیے مؤقت الشیوع رَسائل و اخبارات کے مُطالعے کی آسانی بھی فراہم ہوجائے مگر ظاہر ہے کہ سب کچھ مالی حالات پر منحصر ہے۔''۶۲

راس مسعود لائبریری کی مذکورہ ترقی و توسیع کی راہ میں حائل مشکلات کی پروا کیے بغیر جلیلؔ قدوائی اپنے احباب کے ساتھ مسلسل مصروفِ عمل رہے۔ وسائل کی کمی اور نارتھ ناظم آباد کراچی کے ''علاقے میں علمی و ادبی ذوق''۶۳ کی کمیابی کے سبب اراکین سوسائٹی کو گویا ''کم و بیش بنجر زمین میں کاشت کرنی''۶۴ پڑی، لیکن اس کے باوجود متعلقین سوسائٹی نے جن بلند عزائم و مضبوط ارادوں کے ساتھ یہ بیڑا اُٹھایا وہ بقولِ جلیلؔ قدوائی: ''ہمارے لیے ایک چیلنج اور اس علاقے میں کام کرنے کا جواز بھی'' تھا۔۶۵

راس مسعود لائبریری کی اہمیت:

راس مسعود لائبریری کی اہمیت کا اندازہ دو طرح سے کیا جاسکتا ہے۔ ایک تو ذخیرۂ کتب کی تعداد اور اس کے موضوعاتی تنوع کے لحاظ سے ہمیں دیکھنا ہوگا۔ دوسرے اس لائبریری سے استفادہ کرنے والے عام شائقینِ علم و ادب کے علاوہ صاحبانِ علم و فضل کے رجوع کو بھی نظر میں رکھنا ہوگا۔ چنانچہ پہلی صورت میں ہم دیکھتے ہیں کہ راس مسعود لائبریری کا ذخیرہ اگرچہ بہت زیادہ نہ تھا صرف ''ڈیڑھ دو ہزار کتابیں''۶۶ ہوں گی لیکن موضوعاتی لحاظ سے اس میں خاصا تنوع پایا جاتا تھا۔ اس سلسلے میں کچھ تفصیلات بتاتے ہوئے جلیلؔ قدوائی رقم طراز ہیں:

''اس ذخیرے میں زیادہ تر اُردو اور انگریزی کی اعلیٰ اور معیاری کتابیں ہیں۔ عربی، فارسی اور پاکستان کی علاقائی زبانوں کی بھی کچھ کتابیں ہیں اور موضوعات کے اعتبار سے شعر و ادب، تاریخ اسلامی و عام تاریخ، تاریخِ ادب، ادبی تنقید، فلسفہ، سیاست، سوانح، تعلیم، سائنس، دستور، بین الاقوامی تعلقات، معلوماتِ عامہ، طنز و مزاح وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ ان کے علاوہ معتد بہ تعداد میں قدیم و جدید معیاری رسائل اور بعض کے خاص نمبر ہیں۔''۶۷

راس مسعود لائبریری کے ذخیرۂ کتب کی تعداد اور اس کی متنوع حیثیت واضح ہو جانے کے بعد اب ان اصحابِ علم وفضل کے کچھ اسمائے گرامی درج کیے جاتے ہیں جن کے متمتع ہونے کی شہادت خود جلیل قدوائی نے ذیل کے اقتباس میں یوں دی ہے:

> ''اگرچہ یہ لائبریری بہ قامت قدرے کمتر ہو بہ قیمت اس قدر بہتر ہے کہ اس سے مستفید ہونے والوں میں نہ صرف کراچی یونیورسٹی کی اعلیٰ جماعتوں کے بعض طلباء و طالبات و محققین شامل ہیں بلکہ جناب ممتاز حسن، جناب ملا واحدی، جناب مخمور اکبر آبادی جیسے بزرگ وار اور بعض مقامی اخبار نویس صاحبان بھی کتابیں طلب فرماتے ہیں۔ مرحوم ڈاکٹر ظہیر الدین الجامعی سابق پروفیسر اسلامیات، عثمانیہ یونیورسٹی بھی وفات سے کچھ دن قبل تک اس لائبریری سے کام لیتے رہے تھے۔ اس کے علاوہ یونیسکو کی امداد سے انجمن ترقی اُردو، پاکستان جو قاموس الکتب کئی ضخیم جلدوں میں تیار کر رہی ہے اس میں بھی راس مسعود لائبریری سے فائدہ اُٹھایا گیا ہے۔''۶۸

''راس مسعود لائبریری'' کی اہمیت کے بارے میں مندرجہ بالا اقتباسات کے پیشِ نظر یہ بات بلاشک وشبہ کہی جاسکتی ہے کہ مذکورہ لائبریری نے اپنے قیام کے مقاصد کو بہ طریقۂ احسن پورا کیا اور نارتھ کراچی کی نئی آبادی کے علاقے میں علمی، ادبی، تعلیمی اور ثقافتی اقدار کو پھلنے پھولنے کا سامان فراہم کیا۔ لیکن افسوس کہ یہ مفید سلسلہ بھی اس وقت (۱۹۷۲ء) کی سرکاری پالیسی کے باعث ختم ہوگیا۔ چونکہ مذکورہ لائبریری راس مسعود سوسائٹی کے زیر اہتمام چلنے والے اسکول کی عمارت ہی میں قائم تھی اور اسکول کے ''قومی تحویل میں''۶۹ چلے جانے کے بعد ''اسکول کی عمارت میں اس کے قیام پر اعتراض''۷۰ بلکہ ''اسے وہاں سے ہٹائے جانے کا حکم''۷۱ بھی صادر ہو چکا تھا۔ لہٰذا مجبوراً اس لائبریری کو بھی ختم کرنا پڑا اور منتظمہ کے فیصلے کے مطابق تمام ذخیرۂ کتب جامعۂ کراچی کی ''محمود حسین خاں لائبریری'' کی نذر کر دیا گیا۔ یوں ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۵ء کو یہ تاریخی یادگار جامعہ کراچی میں ''گوشۂ راس مسعود'' کے نام سے منتقل ہوگئی۔ اس موقع پر شیخ الجامعہ ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی کی زیرِ صدارت ایک تقریب منعقد ہوئی تھی جس میں معتمد اعزازی جلیل قدوائی نے تقریر کرتے ہوئے اس لائبریری کی قدر و قیمت پر بھی روشنی ڈالی۔ موصوف کی یہ تقریر مندرجہ ذیل صراحت کے ساتھ لائبریری نیوز بلیٹن (Library New's Bulletin 1976 Vol.III) میں شایع ہوئی تھی:

"تقریر جو یومِ جمعہ، تاریخ ۱۷/ اکتوبر ۱۹۷۵ء کو راس مسعود لائبریری، نارتھ ناظم آباد کراچی کی کم و بیش ڈیڑھ ہزار کتب جامعہ کراچی کے کتب خانے کو نذر کرتے ہوئے ایک جلسے منعقدہ کتب خانۂ مؤخر الذکر میں 'جناب جلیل قدوائی صاحب، معتمد اعزازی راس مسعود سوسائٹی نے کی۔" ۲؎

الغرض مذکورہ صورتِ حال کے پیشِ نظر کہا جاسکتا ہے کہ راس مسعود لائبریری کے بیش قیمت ذخیرۂ کتب کی فیض رسانی کا سلسلہ آج بھی "گوشۂ راس مسعود" کی صورت میں جاری ہے۔

سوم: راس مسعود اکادمی:

"راس مسعود ایجوکیشن اینڈ کلچر سوسائٹی آف پاکستان" کا تیسرا شعبہ "مطبوعات" کا تھا۔ جسے "راس مسعود اکادمی" کا نام دیا گیا۔۳؎ اس کا مقصد "علمی و ثقافتی ادب کو فروغ دینے کے سلسلے میں اپنے اشاعتی مشاغل میں سرگرمِ عمل" ۴؎ ہونا تھا۔

جب ہم مذکورہ اکادمی کے قیام کے مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی کارکردگی کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ جان کر خوشگوار حیرت ہوتی ہے کہ مذکورہ سوسائٹی کا یہی ایک شعبہ ہے جو اپنے قیام سے لے کر آخر تک تمام تر مسائل اور مشکلات کے باوجود خوب سے خوب تر کی مثال پیش کرتا رہا اور تقریباً ڈیڑھ درجن بیش قیمت مطبوعات کی صورت میں علمی و تحقیقی جواہر پارے جن کی تفصیل آگے آتی ہے، دنیائے علم و ادب کے سامنے پیش کر کے لائق مشکور ٹھہرتا ہے۔ لیکن سوسائٹی کے بانی و معتمد اعزازی جناب جلیل قدوائی کے متعدد عوارضات اور مجبوریوں میں گھر جانے کے سبب (۱۵/ جون ۱۹۹۴ء کو) دائمی رخصت ۵؎ پر چلے جانے اور پھر ان کے انتقال (یکم فروری ۱۹۹۶ء) کے بعد یہ فعال شعبہ بھی کنج خموشی میں جا پہنچا اور اب تو راس مسعود اکادمی غالب کے مصرعے:

اِک شمع رہ گئی "تھی" سو وہ بھی خموش ہے

کی بہ خفیف تغیر عملی تصویر پیش کر رہی ہے۔ مذکورہ سوسائٹی کے ریکارڈ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں اس اکادمی کی طرف سے ثقافتی و معلوماتی موضوعات پر وقتاً فوقتاً تقاریر بھی ہوتی رہتی ۶؎ تھیں۔ اکادمی کے زیر اہتمام منعقدہ تقاریب میں "یوم راس مسعود" کو کلیدی حیثیت حاصل تھی، جس کے جلسوں میں سوسائٹی کی کارکردگی پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ

آئندہ کے منصوبوں کی تکمیل کے لیے تعاون بھی حاصل کیا جاتا تھا۔ ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ سوسائٹی نے ۳۰ مئی ۱۹۶۴ء کو پہلا "یومِ راس مسعود" نہایت اہتمام سے منایا۔ ۷۷ اس تاریخی جلسے کی ایک یادگار تصویر ۷۸ راقم کے پیش نظر ہے جس کے تعارفی الفاظ (Caption) سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب اختر حُسین (ہلالِ پاکستان، صدر انجمن ترقی اُردو، پاکستان) کی زیر صدارت اس جلسے میں پروفیسر اے بی اے حلیم نے تقریر کرتے ہوئے راس مسعود کی زندگی اور کارناموں پر روشنی ڈالی۔ اسٹیج پر صدر جلسہ کے دائیں طرف، الحاج مولوی عزیز الحق (ستارۂ خدمت، صدر راس مسعود سوسائٹی) اور بائیں جانب بیگم ہرمزی قدوائی پرنسپل اورنگی ہلز اسکول، تشریف فرما ہیں جب کہ دیگر شرکائے جلسہ میں جلیل قدوائی کے علاوہ، سفیر پاکستان، نواب راحت سعید و بیگم چھتاری، نواب سعید جنگ، سابق چیف جسٹس، عدالت عالیہ، حیدرآباد دکن، ڈاکٹر عالیہ امام، سیّد اکبر مسعود و بیگم مسعود مع بچگان اور ڈاکٹر احسان رشید و بیگم احسان نمایاں ہیں۔ ۷۹

اگرچہ اس ادارے کی ترجیحات میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ و بانیان و کارپردازان علی گڑھ تحریک بشمول ۸۰ سرسیّد احمد خاں، ان کے صاحبزادے جسٹس سیّد محمود اور پوتے راس مسعود کی شخصیت، سیرت اور کارناموں پر اُردو اور انگریزی میں لٹریچر کی اشاعت تھا مگر اس کی تہہ میں مذکورہ ترجیحی مقاصد کے ساتھ ساتھ ہماری آزادی کی پس منظری واقفیت بہم پہنچا کر ہمارے نوجوانوں کے دلوں میں وطنِ عزیز کی محبت اور خدمت کا بیش از بیش جذبہ پیدا کرنا اور قائم رکھنا ۸۱ بھی تھا۔ علاوہ ازیں سوسائٹی نے "ادب و ثقافت نیز خود پاکستان کے موضوعِ خاص کو بھی" ۸۲ اپنے پروگرام میں شامل رکھا۔ اکادمی کی ایسی مطبوعات میں "مجلۂ یادگار مسعود"، "مرقعِ مسعود"، "خیابانِ مسعود"، "مسعود کا سفرِ جاپان"، "فوسٹر۔ مسعود لیٹرز"، "شعلۂ مستعجل"، "سرسیّد علیہ الرحیمہ مع ضمیمہ سیّد محمود"، "ریلمس آف گولڈ"، "اوراقِ گل"، "چند اور اکابر، چند اور معاصر"، "تجزیے اور تجربے"، اکادمی کی مذکورہ ترجیحات کی غماز ہیں۔

جناب مشفق خواجہ نے راس مسعود اکادمی کی مطبوعات کی اہمیت کی بابت اظہارِ خیال کرتے ہوئے انھیں "ہماری تہذیبی، علمی اور تعلیمی زندگی کے مرقعے" ۸۳ قرار دیا ہے، "جنھیں سر راس مسعود کے حوالے سے پیش کیا گیا ہے"۔ ۸۴ مشفق خواجہ نے مذکورہ کتابوں کے حوالے سے جلیل قدوائی کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''وہ کتابیں بھی بڑی اہمیت رکھتی ہیں جو قدوائی صاحب نے سرراس مسعود کے حوالے سے مرتب کی ہیں .....جلیل قدوائی نے سرراس مسعود کی زندگی اور علمی وادبی اور تعلیمی کاموں کو نئی نسل سے متعارف کرانے کے لیے جو کام کیے اُن کا سب سے اہم حصّہ وہ ہے جو راس مسعود کے ذاتی کاغذات کی اشاعت سے تعلق رکھتا ہے۔ سر راس مسعود کے کاغذات میں متعدد اہلِ علم کے خطوط شامل ہیں۔ یہ خطوط قدوائی صاحب نے حواشی و تعلیقات کے ساتھ شایع کیے ہیں۔ خصوصاً اقبالؔ، بابائے اُردو، جوشؔ اور ای، ایم،فوسٹر سے راس مسعود کی خط وکتابت کی اشاعت بے مثال علمی خدمت ہے۔''۸۵

یہ حقیقت ہے کہ راس مسعود اکادمی کی جو مطبوعات سامنے آئی ہیں وہ تنقید و تحقیق کے اعلیٰ معیار کی حامل ہیں۔ یہ تمام کتابیں جلیلؔ قدوائی کی مرتبہ ہیں۔ آپ نے ان کتابوں کو مرتب کرتے ہوئے ترتیب و تدوین کے تمام بنیادی اُصولوں کو ملحوظ رکھا ہے۔ ان پر آپ نے جو حواشی و تعلیقات لکھے ہیں اور بعض پر جو مقدمات اور دیباچے تحریر کیے ہیں وہ بھی آپ کے اعلیٰ تحقیقی و تنقیدی شعور کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ذیل میں مذکورہ اکادمی کی توضیحی فہرستِ مطبوعات پیش کی جاتی ہے:

راس مسعود اکادمی کی توضیحی فہرستِ مطبوعات:

۱۔ ''مجلۂ یادگارِ مسعودؔ''، مرتبہ: جلیلؔ قدوائی، اُردو۔ انگریزی، (Souvenior) طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۶۴ء۔ یہ مجلّہ راس مسعود سوسائٹی کے زیرِاہتمام پہلے ''یوم راس مسعود'' (منعقدہ ۳رمئی ۱۹۶۴ء) کے موقع پر شائع کیا گیا جس میں راس مسعود کے حوالے سے اُردو اور انگریزی میں مضامین شامل کیے گئے ہیں۔

۲۔ ''مرقعِ مسعودؔ''، مرتبہ: جلیلؔ قدوائی، اُردو۔انگریزی، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۶۶ء۔

سرراس مسعود کے بارے میں مقالات اور منظومات کا یہ مجموعہ دوسرے ''یومِ راس مسعود'' منعقدہ ۲۹رمئی ۱۹۶۶ء کے موقع پر شایع کیا گیا۔ اس میں راس مسعود کی وفات سے لے کر زیرِ نظر مجموعے تک موصوف کے متعلق شایع ہونے والے مضامین اور نظموں سے معیاری مسالا

منتخب کر کے شامل کیا گیا ہے۔ صرف ایک مضمون ''مسعود کی بسم اللہ پر سرسیّد کی تقریر'' غیر مطبوعہ ہے، جو سرسیّد کے مضامین کے کسی مجموعے میں شامل نہیں ہے۔ دیگر قابلِ ذکر مضمون نگاروں میں سر شیخ عبد القادر، بابائے اُردو، عبد الرزاق کانپوری، نظامی بدایونی، رشید احمد صدیقی، ڈاکٹر سیّد عابد حُسین، خواجہ غلام السیدین، میاں بشیر احمد، جلیلؔ قدوائی، فقیر وحید الدین، رئیس احمد جعفری، جمیل نقوی اور نواب سعید جنگ کی تحریریں شامل ہیں۔ جب کہ علاّمہ اقبال، سیّد ہاشمی فرید آبادی، چودہری خوشی محمد ناظر، ابوالاثر حفیظ جالندھری، جلیلؔ قدوائی اور قاری عبد اللہ خاں کی نظموں اور قطعات کو بھی شریک کیا گیا ہے۔

۳۔ مشرقِ تاباں (مخمورؔ اکبر آبادی کی پانچ نظمیں، دیباچہ جلیلؔ قدوائی) طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۶۷ء۔

اس کے اندرونی سرورق پر مجموعے کے نام کے بعد یوں صراحت کی گئی ہے:

''مشرقی پاکستان سے متعلق پانچ نظموں کا مجموعہ'' اور اس کا انتساب جسٹس سیّد محبوب مرشد صدر انجمن ترقی اُردو، و چیف جسٹس عدالت العالیہ مشرقی پاکستان کے نام کیا گیا ہے۔

اس کے دیباچے میں جلیل قدوائی رقم طراز ہیں کہ:

> ''مخمورؔ صاحب نیازؔ، ضیائیؔ، فانیؔ، مانیؔ، ل، احمد وغیرہ کے حلقے سے متعلق ہیں اور 'نگار' کے ابتدائی دور کے 'یارانِ نجد' میں شامل تھے۔ ...... اس مجموعے سے متعلق مجھے اتنا اور کہنا ہے کہ مشرقی پاکستان کے جن حسین پہلوؤں اور مناظر و متعلقات پر مخمورؔ صاحب نے نظر ڈالی ہے اور متعلقہ جذبات و خیالات کا جس والہانہ پیرایہ میں اظہار کیا ہے، شاید خود وہاں کی اپنی زبان میں ایسا ادب موجود نہ ہو، شاید کسی بنگلہ شاعر نے بھی اس علاقے سے اپنی قدرتی یگانگت اور اپنائیت اس طرح محسوس نہ کی ہو۔ ......مخمورؔ...... نے ان علاقوں میں رس بس کر اور وہاں کی روح میں ڈوب کر کہا ہے۔''

۴۔ مسعود کا سفرِ جاپان (انگریزی) "Travels in Japan"، مرتبہ: جلیلؔ قدوائی، مقدمہ اے بی اے حلیم، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۶۸ء۔

یہ راس مسعود کے تاریخی سفرِ جاپان کی نایاب ڈائری ہے جس کی بنیاد پر اُنھوں نے حکومت نظام کو جاپان کے تعلیمی نظم و نسق پر رپورٹ اور ریاست حیدر آباد دکن میں عمل درآمد

کے لیے اپنی تعلیمی سفارشات پیش کی تھیں۔ جلیلؔ قدوائی نے اسے ۱۹۶۸ء میں پروفیسر اے بی اے حلیم کے مقدّمے اور اپنے دیباچے کے ساتھ شایع کیا۔ جلیلؔ قدوائی اپنی ایک تقریر میں ڈائری کی اہمیت اور اس کے پس منظر کی بابت رقم طراز ہیں کہ:

''۱۹۲۲ء میں سیّد راس مسعود نے بہ حیثیت ناظم تعلیمات سابق ریاست حیدرآباد دکن حکومت نظام کی ہدایت پر جاپان کا جو سفر وہاں کے تعلیمی نظم و نسق کے مطالعے کی غرض سے کیا تھا، اس کے بارے میں انھوں نے حکومت مذکور کو اپنی رپورٹ پیش کی تھی، جس کی بنا پر ریاست مذکور میں بعض تعلیمی اصلاحات نافذ ہوئی تھیں۔ سب سے بڑا سبق جو راس مسعود جاپان سے سیکھ کر آئے وہ قومی زبان کو ذریعۂ تعلیم بنانا تھا اور عثمانیہ یونیورسٹی میں ان کے اس سبق سے پورا پورا فائدہ اُٹھایا گیا تھا۔ جاپان کے اس سفر میں مسعود نے اپنی بے حد مصروفیات اور ایک موقع پر ایک آنکھ میں کچھ عرصے تک شدید تکلیف ہو جانے کے باوجود ڈاکٹر کے مشورے کے خلاف اس آنکھ کو بند رکھ کر باقاعدگی کے ساتھ اپنا قلمی روزنامچہ تیار کیا تھا۔ اس روزنامچہ کی بنیاد پر وہ رپورٹ مرتب ہوئی تھی جس کا ابھی ذکر کیا گیا۔ بابائے اُردو، نے اس رپورٹ کا اُردو ترجمہ مولوی عنایت اللہ دہلوی سے کرایا اور اسے انجمنِ ترقی اُردو (ہند) کی طرف سے 'جاپان کا تعلیمی نظم و نسق' کے نام سے شایع کیا تھا، مگر خود یہ روزنامچہ شایع نہیں ہوا تھا۔''۸۶

۵۔ مسئلۂ یادگار مسعود (تقریر) جلیلؔ قدوائی، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، سنہ ندارد [۱۹۶۹ء کے لگ بھگ]

یہ ۱۶ ر صفحے کا کتابچہ ہے جو سوسائٹی کے بانی، معتمد اعزازی جناب جلیلؔ قدوائی کی تقریر پر مشتمل ہے۔ اس کے صفحہ ۳ کے حاشیے پر درج ذیل صراحت موجود ہے:

''برصغیر کے مشہور مؤرخ و اہلِ قلم جناب پروفیسر ہارون خان شروانی کے اعزاز میں راس مسعود سوسائٹی کی طرف سے کراچی میں ۶ ر جون ۱۹۶۹ء کو جناب حُسین امام کے زیر صدارت منعقد ہونے والے ایک جلسے میں معتمد اعزازی کی تقریر۔''۸۷

یہ جلیلؔ قدوائی کی ایک اہم اور تاریخی تقریر ہے جس سے سوسائٹی کے قیام، اغراض و مقاصد اور تقسیم کار کے ساتھ ساتھ اس ادارے کی کارکردگی اور آئندہ کے منصوبوں کا بھی بخوبی علم ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کتابچے پر سنہ اشاعت درج نہیں ہے مگر اندرونی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جولائی ۱۹۶۹ء کے بعد ہی طبع ہوا ہے۔

۶۔ ''خیابانِ مسعود''، مرتبہ: جلیلؔ قدوائی، کراچی، طبع اوّل، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۷۰ء۔

اس مجموعے میں بھی راس مسعود کی حیات و خدمات کی بابت اُردواور انگریزی میں مقالات و مضامین دو علاحدہ علاحدہ حصّوں میں یکجا کیے گئے ہیں جن کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے اس کے مرتب رقم طراز ہیں کہ:

''اس مجموعے کی یہ خصوصیت ہے کہ ان ہر دو حصّوں کے دو الگ الگ ذیلی حصّے بھی ہیں جن میں سے ایک میں مسعود مرحوم پر مختلف ادباء اور اہلِ قلم کے مضامین اور دوسرے میں اس عظیم المرتبت ماہرِ تعلیم اور انسانیت کے جوہرِ قابل کے خود اپنے ارشادات و نگارشات شامل کیے گئے ہیں۔ ......ہم نے بڑی تلاش اور بے حد جستجو کے بعد ان کے بارے میں مولانا محمد علی، علامہ اقبال، بابائے اُردو جیسے بزرگوں کی بعض نایاب تحریروں اور خود مسعود کے نادر روزگار فرمودات کا ایک ایسا ذخیرہ جمع کر دیا ہے جو کہیں اور یکجا دست یاب نہیں ہوسکتا۔''

اس مجموعۂ مضامین و مقالات کی ایک نمایاں خوبی دو تاریخی تصویروں کی اشاعت بھی ہے۔ ان میں ایک تو ۱۹۳۰ء میں ریاست بہاول پور کے فرماں روا سر صادق محمد خاں عباسی کی وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سر راس مسعود کے ہمراہ اسٹریچی ہال میں لی گئی یادگار تصویر ہے جب کہ دوسری تصویر راس مسعود سوسائٹی کراچی کے زیر اہتمام پہلے ''یومِ راس مسعود'' منعقدہ ۱۹۶۴ء کے یادگار لمحات کی ہے۔

۷۔ ''فانی: شخصیت اور حُسنِ بیان''، از مخمور اکبر آبادی، مقدمہ جلیلؔ قدوائی، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۷۱ء۔

فانیؔ بدایونی کا شمار جدید غزل کے عناصر اربعہ میں ہوتا ہے۔ آپ کی شاعری اور شخصیت کے حوالے سے اس کتاب کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ راقم الحروف نے بھی اس کتاب کے مشمولات کا جائزہ ''جلیلؔ قدوائی کی تنقیدی خدمات کے تحقیقی مطالعے'' میں پیش کیا ہے۔ بہر حال مقدمۂ کتاب سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مصنفِ کتاب کے موقف سے حضرت جلیلؔ قدوائی کو کامل اتفاق نہیں ہے۔

۸۔ ''شعلۂ مستعجل''، مرتبہ: جلیلؔ قدوائی، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۸۲ء۔

یہ مجموعہ بھی ''مرقعِ مسعود'' اور ''خیابانِ مسعود'' ہی کی طرح دو جدا جدا اُردو اور انگریزی

حصّوں میں منقسم ہے۔ نیز ہر دو حصّے مزید دو دو حصّوں میں تقسیم کیے گئے ہیں جن میں سر راس مسعود کی حیات و خدمات سے متعلق اہم مضامین شائع کیے گئے ہیں۔ مجموعی لحاظ سے اس مجموعے میں کل اٹھارہ اُردو، اور چودہ انگریزی تحریریں شامل ہیں۔ علاوہ ازیں راس مسعود کا شجرۂ نسب اور ''مسعود کا سفرِ حیات'' (بہ لحاظِ سنین) کے ساتھ ساتھ دو یادگار تصویروں کی اشاعت بھی اس کتاب کی خوبیوں میں اضافے کا باعث ہے۔

۹۔ ''فوسٹر۔مسعود لیٹرز'' (انگریزی): مرتبہ جلیؔل قدوائی، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۸۴ء۔

فوسٹر۔ مسعود لیٹرز کی اشاعت جلیؔل قدوائی کی ایک بے مثال علمی خدمت ہے۔ اس کتاب کی ترتیب و تدوین کے لیے جلیؔل قدوائی نے تلاش و جستجو اور تحقیق و تنقید کی قابلِ تقلید مثال قائم کی ہے۔ ان خطوط کے حصول کے لیے آپ ۱۹۷۸ء میں لندن گئے۔ جہاں آپ نے نہ صرف کنگس کالج کیمبرج میں محفوظ دستاویزات سے مسعود کے بعض خطوط کی نقول ہی حاصل کیں بلکہ فوسٹر کے خطوط کی اشاعت کا کاپی رائٹ بھی حاصل کیا۔ اس سلسلے میں آپ نے P.N.Ferbank (مصنف: Forster: A life طبع اوّل، لندن1978ء) سے جو فوسٹر کے شاگرد بھی رہ چکے تھے اور اوپن یونیورسٹی اِن ملٹن کینز میں انگریزی کے اُستاد تھے، ملاقاتیں کیں، موصوف کی توجہ اور تعاون سے آپ نہ صرف مطلوبہ ہدف حاصل کرنے ہی میں کامیاب رہے بلکہ کیمبرج کے مسٹر پیٹر کرافٹ، ڈاکٹر پیری، پروفیسر بریتھ ویٹ اور پروفیسر میری لاگو سے متعارف و مستفید ہونے کے مواقع بھی میسر آئے۔ آخر الذکر پروفیسر میری لاگو، پی، این، فربینک کی شرکت میں فوسٹر کے تقریباً دس ہزار خطوط میں سے ایک ہزار منتخب خطوط کیمبرج کی طرف سے مرتب کر رہے تھے۔ موصوف نے جلیؔل قدوائی سے بھی فوسٹر کے کچھ خطوط لیے ہیں جو ان کے پاس نہیں تھے۔

[جلیؔل قدوائی کے مضمون: ''اہلِ قلم کا فرق'' مشمولہ ''عصمت'' کراچی، اگست ۱۹۷۹ء، نیز ''اوراقِ گل''، مرتبہ: جلیؔل قدوائی، ص ۱۱۸ سے مستفاد]

۱۰۔ ''سر سیّد علیہ الرحمہ مع ضمیمہ سیّد محمودؔ''، مرتبہ: جلیؔل قدوائی، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۸۵ء۔

یہ اُردو۔انگریزی مجموعۂ مضامین بھی راس مسعود اکادمی کے مقاصدِ جلیلہ کا آئینہ دار ہے۔ جس میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے بانی مبانی سرسیّد احمد خان اور اُن کے فرزند جسٹس سیّد محمود کی زندگی اور کارناموں کو اُجاگر کرنے کی غرض سے منتخب مضمون نگاروں مثلاً ڈپٹی نذیر احمد، علامہ شبلی نعمانی، مولانا حالؔی، مولانا احسن مارہروی، حضرت اکبر الہٰ آبادی، علامہ اقبال، چودہری خوشی محمد ناظر، پروفیسر شہباز، چودہری خلیق الزماں، بیگم ممتاز معین الحق، الحاج محمد زبیر، شرف الدین احمد عظیم آبادی، سیّد سعید جعفری، میجر جنرل ریٹائرڈ سیّد شاہد حامد، جلیؔل قدوائی اور دیگر اہلِ قلم کے مضامین یکجا کیے گئے ہیں۔ جس کے باعث اسے ایک تاریخی اور حوالہ جاتی دستاویز کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔

۱۱۔ ''ریلمس آف گولڈ'' (انگریزی) "REALMS OF GOLD" مرتبہ: جلیؔل قدوائی، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۸۶ء۔

یہ راس مسعود کی ایک بیاض تھی جس کی دریافت و اشاعت بھی جلیؔل قدوائی کا اہم کارنامہ ہے۔ اس بیاض میں راس مسعود نے منتخب اُردو شعراء کے منتخب کلام کا انگریزی ترجمہ کیا ہے۔ ایسے منتخب شعراء میں حالؔی، غالبؔ، اقبالؔ، اکبؔر، انیؔس، آتشؔ، شوقؔ قدوائی، اسماعیل میرٹھی قابلِ ذکر ہیں۔

۱۲۔ "When India was divided and other writings"، مصنفہ ومرتبہ جلیؔل قدوائی، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۸۷ء۔

یہ تقسیمِ ہند کے موقع پر جلیؔل قدوائی کے چشم دید و چشم کشا واقعات پر مشتمل انگریزی مضامین کا مجموعہ ہے۔ ان مضامین میں سے کچھ ''مارننگ نیوز'' اور ''ریڈرز ویکلی'' میں شائع ہوئے ہیں، جب کہ زیادہ تر آپ نے اپنی ریٹائرمنٹ کے بعد وقتاً فوقتاً ''ڈان'' کراچی کے لیے لکھے۔ یہ کتاب دو حصّوں اور پانچ ضمیموں پر مشتمل ہے۔ مجموعی طور پر مضامین کی تعداد گیارہ ہے۔ نو خطوط اور پانچ ضمیمے بھی اہم موضوعات پر مشتمل قیمتی معلومات کو سامنے لاتے ہیں۔ اس کا انتساب دو شخصیتوں سے کیا گیا ہے۔ پہلی شخصیت مرحوم زاہد حُسین کی ہے۔ جن کے آپ PRO رہ چکے ہیں۔ موصوف انڈیا میں پاکستان کے پہلے ہائی کمشنر اور بعد میں اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے پہلے گورنر بھی ہوئے۔ جب کہ دوسری شخصیت غازی صلاح الدین

نیوز ایڈیٹر ڈیلی ''ڈان'' کراچی، کی ہے جو آپ کے دوست اور ان مضامین کے محرک بھی تھے۔ اکابرینِ تحریک آزادی اور تحریکِ پاکستان سے متعلق ان مضامین میں نہایت اہمیت کا حامل مسالا موجود ہے۔ چنانچہ اسی اہمیت کے پیشِ نظر اس کی فہرستِ مشمولات بھی ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

CONTENTS

Foreword

Book One : ARTICLES

Part One

Prelude

1. When India was Divided.
2. The "Kirpan" did not lag behind.
3. I was a Refugee in Purana Qila.
4. This was Pakistan High Commissioner in New Delhi.
5. A Government without staff.
6. Patel won't Tolerate Muslim optees.
7. A 'Bright Spot' in East Punjab.

Part Two

Prelude

8. Quaid's faith in his mission.
9. Wit in Quaid's politics.
10. Meaning and Background of 11th August speech.
11. A Rare document about the Quaid-e-Azam.

Book Two: Letters to the editor.

1. Quaid calls Pakistan "One of the largest Muslim States".
2. Objectives resolution.
3. Quaid's date of birth.
4. An "Entirely incorrect" research.
5. Who drafted 1940 resolution?
6. Bolitho's slip.
7. Quaid-e-Azam was proud of "G.M".
8. "G.M."s Temper Tantrums.
9. The story of a nation.

Appendices

i. Liaquat Ali Khan's speech on objectives resolution.
ii. Quaid's declaration about his age.
iii. Pakistan resolution.
iv. Extracts from Prof. Brelvi's letter.
v. Five minutes with "G.M".

۱۳۔ ''اوراقِ گُل''، مرتبہ: جلیؔل قدوائی، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۸۹ء۔

''اوراقِ گُل'' بھی اُسی سلسلۂ مطبوعات کی ایک اہم کڑی ہے جس کے تحت ''مرقعِ مسعود''، ''خیابانِ مسعود'' اور ''شعلۂ مستعجل'' وغیرہ سامنے آ چکی ہیں۔ یوں تو اس مجموعے میں کُل آٹھ تحریریں شریک ہیں لیکن مندرجہ ذیل عنوانات پر تو نہایت بیش قیمت مسالا سامنے لایا گیا ہے۔

i۔ ''زوالِ علم و ہنر مرگِ ناگہاں اُس کی'' از محمد احمد سبزواری۔

ii۔ نگارشاتِ غیر فانی، (راس مسعود، علامہ اقبال، عبدالرحمٰن چغتائی، ڈاکٹر ذاکر حسین، ڈاکٹر ضیاء الدین، مولانا عبدالحامد بدایونی، مناظر احسن گیلانی، فیلڈ مارشل ایوب خان، محمد امین زبیری وغیرہم کی مراسلت)

iii۔ سر راس مسعود اور علی گڑھ میں اُردو تعلیم از جلیؔل قدوائی۔

iv۔ مادری زبان میں تدریس از سیّد راس مسعود۔

۱۴۔ ''تجزیے اور تجربے''، از جلیؔل قدوائی، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۹۰ء۔

یہ جلیؔل قدوائی کے چند تنقیدی مضامین اور علمی مشاہدات کا مجموعہ ہے جسے ''سوسائٹی کی مطبوعات میں ادبیات کا عنصر بڑھانے'' کی غرض سے شائع کیا گیا ہے۔ اس کے مشمولات کا تعارف راقم الحروف کی کتاب ''جلیؔل قدوائی: شخصیت اور فن'' (کراچی، طبع اوّل، رفاء پبلیکیشنز، فروری ۱۹۹۲ء) میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۵۔ ''شعرا و شعریات''، از: جلیؔل قدوائی، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۹۱ء۔

یہ کتاب بھی جلیؔل قدوائی کے تنقیدی مضامین پر مشتمل ہے۔ جیسا کہ کتاب کے نام سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دو حصّوں میں منقسم ہے۔ شعرا کے ذیل میں چودہ اور شعریات کے ضمن میں تیرہ مضامین جلیؔل قدوائی کے نقد و نظر کو سامنے لاتے ہیں۔ ان مضامین کا تعارفی جائزہ بھی راقم الحروف کی جلیؔل قدوائی سے متعلق مذکورہ کتاب میں پیش کیا گیا ہے۔

۱۶۔ ''انشائے ہاشمی'': مرتبہ جلیؔل قدوائی، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۹۲ء۔

یہ کتاب نامور مورخ و مترجم، صاحبِ طرز ادیب و شاعر جناب سیّد ہاشمی فرید آبادی ۸۸ کے ستاون (۵۷) خطوط کا مجموعہ ہے۔ ان میں سے تیس (۳۰) خطوط تو کتاب کے مرتب

جلیل قدوائی کے نام ہیں اور تیئس (۲۳) شجاع احمد زیبا کے نام جب کہ تین خط مشفق خواجہ کے نام ہیں۔ علاوہ ازیں بابائے اُردو کے قدیم خدمت گزار سیّد بدر عالم مارہروی کے نام بھی سیّد ہاشمی کا ایک خط شریک مجموعہ ہے۔ کتاب کے آخر میں مرتب کتاب کا ایک مکتوب بطور ضمیمہ بنام مولوی سیّد ہاشمی فرید آبادی شامل کیا گیا ہے جو جلیل قدوائی کے ''عبدالحق جوبلی کمیٹی'' کے سیکریٹری کے عہدے سے استعفیٰ پر مشتمل ہے۔

کتاب کے آغاز میں ''گزارش'' کے عنوان سے جلیل قدوائی نے اُردو میں خطوط نگاری کا پس منظر بیان کرتے ہوئے مولوی سیّد ہاشمی فرید آبادی کی ادبی خدمات کا اجمالی جائزہ بھی پیش کیا ہے۔ خطوط سے پہلے ''ہاشمی صاحب اور میں'' کے عنوان سے جلیل قدوائی کے ایک مختصر مضمون کے علاوہ شجاع احمد خاں زیبا کی ایک جامع تحریر بعنوان ''سیّد ہاشمی فرید آبادی، مختصر حالات'' بھی شاملِ کتاب ہے۔

۱۷۔ ''چند اور اکابر، چند اور معاصر'': از جلیل قدوائی، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۹۳ء۔

راس مسعود اکادمی کے سلسلۂ مطبوعات کی یہ آخری کڑی بھی ہماری تاریخ کی بعض اہم علمی، ادبی، تہذیبی اور قومی شخصیات پر جلیل قدوائی کے مضامین پر مشتمل ہے۔ اسی نوعیت کے مضامین پر مشتمل آپ کا ایک مجموعہ ''چند اکابر، چند معاصر'' کے نام سے ''ادارۂ نگارش و مطبوعات'' کراچی کے زیرِ اہتمام ۱۹۷۷ء میں شائع ہو چکا ہے۔

زیرِ نظر مجموعے میں جن اہم شخصیات پر قلم اُٹھایا گیا ہے اُن میں لیاقت علی خاں، نواب مزمّل اللہ خان، مولانا ظفر علی خان، مولانا رضا علی وحشت، سیّد مسعود حسن رضوی ادیب، ڈاکٹر ہادی حسن، پروفیسر عبدالمجید قریشی، خواجہ منظور حُسین، جوش ملیح آبادی، قاضی جلال الدین، مخمور اکبر آبادی، شاہ نظام الدین دلگیر، نیاز فتح پوری، رازق الخیری، ڈاکٹر سیّد اعجاز حُسین، ڈاکٹر احسن فاروقی، نظر حیدر آبادی، ضمیر صدیقی، شیخ محمد اکرام، چراغ حسن حسرت اور رگھو پتی سہائے فراق شامل ہیں۔

اس مجموعے کے بارے میں بھی پروفیسر نظیر صدیقی کا صائب مشورہ صادق آتا ہے جو انھوں نے ''چند اکابر، چند معاصر'' کی اہمیت کے پیشِ نظر دیا تھا کہ:

''اس کتاب کے معاملے میں دو کام ضروری ہیں:
اوّل تو یہ کہ عام قارئین کے لیے اس کتاب کا ایک اچھا ایڈیشن شائع کیا جائے۔ موجودہ ایڈیشن بشرط یہ کہ وہ موجود ہو افسوس ناک حد تک خراب ہے۔
دوسرے یہ کہ اس کتاب کے متعدد مضامین میٹرک سے لے کر بی۔اے تک کے اُردو، نصاب میں شامل کیے جائیں تاکہ مسلمانوں کی موجودہ نسل کو معلوم ہو کہ انیسویں صدی کے نصف آخر اور بیسویں صدی کے نصف اوّل نے کیسی کیسی گراں قدر ہستیاں ہمارے درمیان پیدا کیں۔ ان کے علم وفضل، ان کے اخلاق و کردار اور ان کے کمالات و کارنامے (کذا۔اور کارناموں) سے واقفیت تو ایک طرف مسلمانوں کی موجودہ نسل کو ان ہستیوں کے نام تک نہیں معلوم۔ شاید اسی طرح کی صورتِ حال کو سامنے رکھتے ہوئے علامہ اقبالؔ نے کہا تھا:

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا'' ۸۹

مطبوعاتِ راس مسعود اکادمی کی توضیحی فہرست ملاحظہ کرنے کے بعد یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ اس ادارے کے شعبۂ مطبوعات نے نہایت قابلِ قدر، وقیع اور تاریخی نوعیت کی ادبی اور تحقیقی خدمات انجام دی ہیں۔

راس مسعود اکادمی کی مذکورہ مطبوعات کے ذریعے جلیلؔ قدوائی نے بجا طور پر جہاں علی گڑھ، سرسیّد اور راس مسعود کی علمی وقومی خدمات سے نئی نسل کو آگاہ کیا ہے وہاں ان کے تصنیفی سرمائے کو بھی یکجا کردیا ہے۔

الغرض ''راس مسعود ایجوکیشن اینڈ کلچر سوسائٹی آف پاکستان'' کی تعلیمی، سماجی اور ادبی خدمات کے پیش کردہ جائزے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جلیلؔ قدوائی نے اپنے خلوص اور جذبۂ احسان شناسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ۱۹۶۳ء میں مذکورہ بالا نام سے ایک ایسے ادارے کی بنیاد رکھی جس نے پاکستان میں علی گڑھ تحریک کے فیضان کو عام کیا۔ آپ نے اس ادارے کے قیام سے لے کر اپنے دمِ آخر (یکم فروری ۱۹۹۶ء) سے سال ڈیڑھ سال قبل تک بانی معتمدِ اعزازی کی حیثیت سے تعلیمی، سماجی اور ادبی شعبوں میں یادگار خدمات انجام دی ہیں۔ آپ کی ان خدمات کے بدولت نہ صرف دنیا بھر میں پاکستان کا نام روشن ہوا ہے بلکہ اس ادارے کی علمی اور تحقیقی مطبوعات کے توسط سے سرسیّد احمد خاں کی خرد افروزی کی تحریک بھی آگے بڑھتی نظر آتی ہے۔

موجودہ دور میں تو سماجی کاموں اور سماجی خدمت کا یہ منفی تصوّر رواج پا چکا ہے کہ سرکار سے روپیہ اور مرتبہ حاصل کیا جائے اور اس کے عوض کیے گئے کاموں کو خدمت قرار دے کر اس کا ڈھنڈورا پیٹا جائے۔ جب کہ اس مفاد پرست روّیے کے برعکس اس مقالے میں جلیل قدوائی کی خدمات کو ملاحظہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ کس طرح اپنی مدد آپ کے تحت آپ نے:

۱۔ کراچی کی نئی آبادی میں ایک معیاری اسکول قائم کیا۔

۲۔ ایک بیش قیمت کتابوں پر مشتمل پبلک (کتاب خانہ) لائبریری اور دارالمطالعہ قائم کیا۔

۳۔ سترہ (۱۷) علمی، ادبی اور تحقیقی کتابیں شایع کیں جنھیں تاریخی دستاویز کی حیثیت حاصل ہے۔

جناب مشفق خواجہ کے بیانات ۹۰ سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ جلیل قدوائی نے ''کتنے قلیل سرمائے اور کتنے محدود وسائل لیکن کتنے عزائم کے ساتھ اس ادارے کی بنیاد رکھی'' ۹۱ لیکن ''سرمائے کی قلت اور وسائل کی کمی عزائم کی تکمیل میں سدِّ راہ نہ بن سکی''۔ ۹۲ لہٰذا کہا جاسکتا ہے کہ: ''سوسائٹی کی صورت میں جو کچھ نظر آ رہا ہے، یہ جناب جلیل قدوائی کے بے پناہ خلوص، دلی لگن اور انتھک محنت کا نتیجہ ہے۔'' ۹۳ آخر میں جناب مشفق خواجہ کی مذکورہ تحریر سے درج ذیل اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس سے زیرِ نظر جائزے کے نتائج کی تصدیق بھی ہوتی ہے۔ آپ رقم طراز ہیں کہ:

> ''راس مسعود سوسائٹی کے روزِ آغاز ہی سے میں اس کی سرگرمیوں کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ میری حیثیت چشم دید گواہ کی ہے۔ محترم قدوائی صاحب کے دیرینہ اور ادنیٰ نیازمند کی حیثیت سے مجھے ان کی جدوجہد کی تمام تفصیلات معلوم ہیں۔
>
> قدوائی صاحب نے اپنے بہت سے ذاتی اور ضروری کاموں کو نظرانداز کر کے جس طرح اس ادارے کی خدمت کی ہے، اس کی دوسری مثال مشکل ہی سے ملے گی۔
>
> آج اگر راس مسعود سوسائٹی کا شمار ملک کے وقیع علمی اداروں میں ہوتا ہے تو یہ محض، اس وجہ سے ہے کہ اس ادارے کو قدوائی صاحب جیسا خدمت گزار حاصل ہے۔ ظاہر ہے اس میں اس شخصیت کا روحانی فیضان بھی شامل ہے جس کے نام سے یہ ادارہ منسوب ہے۔'' ۹۴

اس ادارے کے حوالے سے جلیل قدوائی کی متذکرہ خدمات کو بلاشبہ ''قومی خدمات'' کی حیثیت حاصل ہے جس کا کھلے دل سے اعتراف کرنا ہمارا ادبی اور قومی فریضہ ہے۔ کیا ہی اچھا ہو جو اس ادارے کو ازسرِ نو فعال کیا جاسکے!

## حواشی وتعلیقات

۱۔ جلیل قدوائی کے تینوں شعری مجموعوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں:
۱۔ ''نقش ونگار'' [بعد میں ''رنگ ونور''] طبع اوّل، علی گڑھ، ۱۹۳۰ء۔
۲۔ ''نوائے سینہ تاب''، طبع اوّل، کراچی، ۱۹۵۱ء۔
۳۔ ''خاکستر پروانہ''، طبع اوّل، کراچی، ۱۹۸۸ء۔

۲۔ رام بابو سکسینہ: ''تاریخِ ادبِ اُردو''، (حصہ نثر) مترجمہ مرزا محمد عسکری، لکھنؤ، نول کشور پریس، ۱۹۲۹ء، ص ۹۳۔

۳۔ ۳۶۔۱۹۳۳ء۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ اُردو میں لیکچرر کے انتخاب کے لیے دو درجن سے زائد اُمیدوار تھے۔ انتخابی کمیٹی میں سیّد سلیمان ندوی اور علامہ اقبال بھی شامل تھے۔ کمیٹی نے جلیل قدوائی کو اس ذمہ داری کا اہل پایا۔ اس طرح آپ علی گڑھ کے تدریسی عملے میں شامل ہوگئے۔ جہاں شعبۂ اُردو میں رشید احمد صدیقی اور مولانا احسن مارہروی جیسے نامور اساتذہ پہلے ہی سے موجود تھے۔ جلیل قدوائی نے یہاں اعلیٰ درجوں کے لیے اُردو کا نصاب بھی تیار کیا تھا۔

۴۔ ''چند اور اکابر، چند اور معاصر''، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۹۳ء، ص ۱۵۱۔

۵۔ جلیل قدوائی: ''آپ بیتی''، مشمولہ ماہنامہ ''دائرے''، کراچی، جلد نمبر ۳، شمارہ نمبر ۳، ستمبر ۱۹۸۹ء، ص ۳۵ تا ۴۱۔

۶۔ ایضاً:
مزید معلومات کے لیے ملاحظہ ہو: (۱) ''جلیل قدوائی شخصیت اور فن'' از شاہ انجم، طبع اوّل، کراچی، رفاء پبلیکیشنز، ۱۹۹۲ء۔ (۲) جلیل قدوائی ''آپ بیتی''، مشمولہ ماہنامہ ''دائرے''، کراچی، ستمبر ۱۹۸۹ء، (۳) ''علی گڑھ تحریک، آغاز تا امروز''، نسیم احمد قریشی، طبع اوّل، لکھنؤ، ۱۹۶۰ء، (۴) ''مختصر تاریخ ادب اُردو''، ڈاکٹر اعجاز حسین، طبع سوم، کراچی، اُردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۷۱ء، (۵) ''قومی زبان''، کراچی، جلد نمبر ۶۴، اکتوبر ۱۹۹۲ء، اور مارچ ۱۹۹۶ء، شمارہ ۵۔ (۶) جلیل قدوائی: ''حیاتِ مستعار''، (۱) طبع اوّل، کراچی، مکتبۂ اسلوب، ۱۹۸۷ء، (۷) جلیل قدوائی: ''حیاتِ مستعار''، (۲) طبع اوّل، کراچی، شش ماہی غالب، ۱۹۹۲ء۔

۷۔ ''ارمغانِ حجاز'' مشمولہ کلیاتِ اُردو، طبع ششم، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ستمبر ۱۹۸۴ء، ص ۶۶۲۔

۸۔ ایضاً: مسئلۂ یادگار مسعود (ایک اپیل)، کراچی، طبع اوّل، راس مسعود سوسائٹی، ۶ رجون ۱۹۶۶ء۔

۹۔ ایضاً: ص ۳۔

۱۰۔ ''سرسیّد علیہ الرحمہ مع ضمیمہ سیّد محمود'' مرتبہ: جلیل قدوائی، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۸۵ء، ص ۱۱۔

۱۱ سہ ماہی ''اُردو، مسعود نمبر''، اورنگ آباد، دکن، جلد نمبر ۶۸ ر ۱۷، اکتوبر، ۱۹۳۷ء۔

۱۲ اقتباس از مکتوب بابائے اُردو، مولوی عبدالحق بنام جلیل قدوائی، محرّرہ، ۱۴راگست، ۱۹۳۷ء، مطبوعہ و مشمولہ ''مسئلۂ یادگارِ مسعود (ایک اپیل)''، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۶ رجون ۱۹۶۶ء، ص ۲

۱۳ پروفیسر ہارون خان شروانی (پدما بھوشن۔م ۱۹۸۰ء) عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد دکن میں شعبۂ تاریخ کے صدر اور بلند پایہ مؤرخ و اہلِ قلم تھے۔ آپ سر راس مسعود کے قریب ترین دوستوں میں سے تھے۔ موصوف نے راس مسعود ایجوکیشن اینڈ کلچر سوسائٹی آف پاکستان کے ایک جلسے منعقدہ کراچی میں شریک ہوکر ۶ رجون ۱۹۶۶ء کو ایک مبسوط مقالہ پیش کیا تھا۔ [بحوالہ جلیل قدوائی: (ملخصاً) ''خیابانِ مسعود'' کراچی، ایضاً، ۱۹۸۲ء "Masood as I knew him" از پروفیسر ہارون خاں شروانی (ملخصاً از انگریزی فٹ نوٹ) ص ۹]۔

۱۴ از مکتوب پروفیسر ہارون خان شروانی بنام جلیل قدوائی، محررہ ۶ رجولائی، ۱۹۶۹ء، مطبوعہ ''سب رس''، کراچی، جولائی ۱۹۸۰ء، ص ۳۰۔

۱۵ اختر حسین (ہلال پاکستان، متوفی ۱۹۸۳ء) ایک نامور فرزند علی گڑھ ہونے کے ساتھ ساتھ سابق گورنر مغربی پاکستان اور وفاقی وزیر تعلیم بھی رہ چکے ہیں۔ بابائے اُردو مولوی عبدالحق کے انتقال (۱۶راگست ۱۹۶۱ء) کے بعد انجمنِ ترقی اُردو کے صدر منتخب ہوئے، اور اپنی بہترین انتظامی قابلیت کے جوہر دکھاتے ہوئے انجمن کو ہر طرح سے سہارا دیا۔ آپ نے تقریباً ۲۲ ربرس انجمن کی خدمت کی۔
جمیل الدین عالی آپ کے بارے میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ:
''ان کی مادری زبان بھی اُردو نہ تھی۔ وہ بوری [ کذا۔ بوہری] مسلک کے ماننے والے اور برہان پور (سی۔ پی۔ بھارت) سے تعلق رکھتے تھے۔ گجراتی کی ایک مخصوص قسم ان کی مادری زبان تھی مگر اُردو ایسی فصیح بولتے اور (مسلوں) میں لکھتے تھے کہ کسی کو ان کے آج کے محاورے میں 'اُردو اسپیکنگ' نہ ہونے کا شبہ تک نہیں ہوسکتا تھا''۔
[ملخصاً از حرفے چند مشمولہ ''تاریخ انجمن: بابائے اُردو مولوی عبدالحق کے بعد''، از شہزاد منظر، طبع اوّل، کراچی، ۲۰۰۲ء، انجمن ترقی اُردو، پاکستان]۔

۱۶ اختر حسین: اقتباس از تعارف مشمولہ ''مرقعِ مسعود''، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۲۹ رمئی ۱۹۶۶ء۔

۱۷ مشفق خواجہ: (تعارفی مضمون) ''ایک پہلو دار شخصیت''، مشمولہ ''اوراقِ گل''، کراچی، طبع اوّل، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۸۹ء، ص ۱۰۔۱۱

۱۸ ''مسئلۂ یادگار مسعود''، ص ۳

۱۹ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱۳

۲۰ پی، این فربینک (P.N.Furbank)، انگلستان کی اوپن یونیورسٹی (اِن ملٹن کینز) میں انگریزی کے اُستاد

تھے۔ آپ نے "E.M.Forster: A life" دو جلدوں میں لکھی ہے۔ جو لندن سے ۱۹۷۸ء میں شائع ہوئی اور بعد ازاں امریکہ سے بھی ایک جلد میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں موصوف نے راس مسعود سوسائٹی کی مطبوعات سے استفادہ کیا ہے اور ای، ایم فوسٹر۔ راس مسعود کے تعلق کے حوالے سے جلیل قدوائی کی کاوشوں کا بھی ذکر کیا ہے۔

[Furbank, P.N.: "EM Forster: A Life", Vol: II Martin Secker and Warburg Ltd. 54. Polan d Street, London, 1978, Page No. 218]

۲۱ مسٹر آر۔ ڈبلیو نوبل (لندن) رابن لوئس (امریکہ) اور ڈاکٹر سیّد حامد حسین (بھوپال) وہ اسکالرز ہیں جنھوں نے سر راس مسعود اور ان کے انگریز احباب پر تحقیقی کام کیا ہے۔ ان حضرات نے اپنے کاموں کے سلسلے میں راس مسعود سوسائٹی کے بانی معتمد اعزازی کی ''مسلسل مشاورت اور امداد سے فائدہ اُٹھایا'' ہے۔ مسٹر آر۔ ڈبلیو نوبل (لندن) تو راس مسعود سوسائٹی کے باقاعدہ رکن بھی تھے۔
[بحوالہ جلیل قدوائی: (ملخصاً) ''جامعہ کراچی میں گوشۂ راس مسعود''، مشمولہ ''تجزیے اور تجربے''، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۹۰ء، ص ۱۹۵، نیز ضمیمہ ص ۲۱۴]

۲۲ ابرار حسن خان، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی میں جلیل قدوائی کے شاگرد رہ چکے ہیں اور بلدیہ عظمیٰ کراچی کے ایڈمنسٹریٹر بھی [چند اور اکابر، چند اور معاصر''، ص ۱۵۲]۔

۲۳ حبیب بینک لمیٹڈ کے مالکان میں سے ہیں۔

۲۴ قدرت اللہ شہاب، متوفی ۱۹۸۶ء، نامور ادیب، بیوروکریٹ، صدر انجمن ترقی اُردو، آپ کی خودنوشت ''شہاب نامہ'' نے غیر معمولی شہرت حاصل کی۔

۲۵ راس مسعود کے چھوٹے صاحب زادے اکبر مسعود کی اہلیہ۔

۲۶ راس مسعود کے بڑے صاحبزادے تھے۔ مرحوم ہو چکے ہیں۔

۲۷ پروفیسر رشید احمد صدیقی کے صاحب زادے، راس مسعود کے داماد ''نوردیدۂ مسعود نام زدۂ اقبال'' (بیگم) نادرہ کے فاضل شوہر اور کراچی یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر۔ بعد ازاں ''اُردن'' میں سفیر بھی رہے۔

۲۸ جلیل قدوائی کے صاحب زادے جو پہلی بیگم سے ہیں۔

۲۹ ''عالمی شہرت یافتہ ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی ایک سائنسداں، ایک اچھے اُستاد، ایک اچھے مصوّر، ایک اچھے ادیب اور شاعر بھی تھے۔ وہ ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ ۱۹/اکتوبر ۱۸۹۷ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد محمد زمان خان ایک زمیندار اور حکومت میں تحصیل دار تھے۔
حضرت گنج ہائی اسکول لکھنؤ سے ۱۹۱۴ء میں میٹرک پاس کیا۔ سنہ ۱۹۱۹ء میں ایم اے او کالج علی گڑھ سے بی اے کیا۔ اس کے بعد جرمنی چلے گئے اور وہاں سے سنہ ۱۹۲۹ء میں پی ایچ ڈی کی سند لے کر واپس آئے تو حکیم اجمل خاں کی معیت میں طب کے شعبے میں غیر معمولی تحقیقی کارنامے انجام دیے۔

قائدملت لیاقت علی خاں کی خواہش پر آپ پاکستان آئے۔ پاکستان نیشنل کونسل آف سائنٹیفک اینڈ انڈسٹریل ریسرچ کا قیام آپ کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ آپ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ آف کیمسٹری جامعہ کراچی کے بانی بھی ہیں۔ ان کا قائم کردہ یہ ادارہ عالمی شہرت رکھتا ہے۔ حکومتِ پاکستان نے دوسرے اعزازات کے ساتھ ان کو تمغۂ پاکستان اور ستارۂ امتیاز سے بھی نوازا۔ ۱۴راپریل سنہ ۱۹۹۴ء کو سلیم الزماں صدیقی دارفانی سے رُخصت ہوگئے۔‘‘

[احمد حسین صدیقی از ’’دبستانوں کا دبستان‘‘، جلد دوم، طبع اوّل، کراچی، محمد حسین اکیڈمی، ۲۰۰۵ء، ملخصاً، ص ۲۳۶ تا ۲۳۸]

۳۰۔ ’’سیّد ہاشم رضا، ۱۶رفروری ۱۹۱۰ء کو قصبہ نیوتنی ضلع اناؤ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد خان، بہادر سیّد محمد رضا عہدۂ منصفی پر مامور تھے۔ لکھنؤ یونیورسٹی سے اوّل درجہ میں بی اے اور کیننگ کالج لکھنؤ سے ایم اے (سیاسیات) کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۳۲ء میں منعقدہ امتحان میں انڈین سول سروس کے لیے منتخب ہوئے۔ قائداعظم سے ان کی پہلی ملاقات سنہ ۱۹۳۲ء میں ہوئی۔ تقسیم کے بعد قائداعظم نے ہاشم رضا کو پاکستان کے وفاقی دارالحکومت کراچی کا ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا۔ اس کے علاوہ انھوں نے الیکشن کمشنر سندھ، چیف سیٹلمنٹ کمشنر پاکستان، چیف سیکریٹری سندھ، چیف سیکریٹری مشرقی پاکستان اور وفاقی حکومت کے سیکریٹری جیسے اعلیٰ عہدوں پر خدمات انجام دیں۔ ۱۹۶۱ء میں کچھ مدت کے لیے وہ مشرقی پاکستان کے گورنر بھی رہے۔ متعدد اعلیٰ عہدوں پر فائز رہنے کے بعد ۱۹۶۶ء میں وہ ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ سیّد ہاشم رضا غیر معمولی حافظے، غیر معمولی صلاحیت اور غیر معمولی تہذیبی مطالعے کے آدمی تھے انھوں نے کچھ زیادہ نہیں لکھا۔ تحریری صورت میں صرف ایک کتاب ’’ہماری منزل‘‘ ان سے یادگار ہے اور وہ بھی انگریزی زبان میں۔ آپ بچپن ہی سے شعروسخن میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ وہ آخری عمر تک ادبی جلسوں، مجالس اور دوسری تقریبوں میں بڑی پابندی سے شریک ہوتے رہے۔ ہاشم رضا کی ہر میدان میں اعلیٰ کارکردگی کے اعتراف میں انھیں ستارۂ قائداعظم، ستارۂ پاکستان کے اعزازات سے نوازا گیا۔ ۳۰رستمبر ۲۰۰۳ء کو ۹۳ برس کی عمر میں ملکِ عدم رخصت ہوگئے۔‘‘ (ایضاً: ملخصاً از ص ۴۸۹ تا ۴۹۱]

۳۱۔ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے مشہور اولڈ بوائے اور جلیل قدوائی کے دوست۔

۳۲۔ مشفق خواجہ ۱۹ردسمبر ۱۹۳۵ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اصلی نام خواجہ عبدالحیٔ تھا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد سنہ ۱۹۵۲ء میں کراچی بورڈ سے میٹرک، سنہ ۱۹۵۷ء میں بی اے آنرز اور سنہ ۱۹۵۸ء میں ایم۔اے (اُردو)، کے امتحانات جامعہ کراچی سے پاس کیے۔ جامعہ کراچی کے پہلے میگزین کا اجراء مشفق خواجہ اور ابن انشاء کی ادارت میں ہوا تھا۔ سنہ ۱۹۵۷ء سے سنہ ۱۹۷۳ء تک انجمن سے بحیثیت معاون معتمد وابستہ رہے۔ اس دوران خواجہ صاحب نے سہ ماہی ’اُردو‘ اور ماہنامہ ’قومی زبان‘ کے مدیر اور نگراں شعبۂ تحقیق و مطبوعات کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیں۔ خواجہ صاحب کو سنہ ۱۹۶۳ء تک بابائے اُردو کے ساتھ علمی و ادبی کام کرنے کا اعزاز حاصل رہا تھا۔ [ کذا۔ یہاں مندرجہ سنہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے

کہ بابائے اُردو ۱۹۶۳ء تک حیات تھے جب کہ واقعہ اس کے برعکس ہے۔ موصوف تو ۱۶راگست ۱۹۶۱ء کو دارِ فانی سے رُخصت ہو چکے تھے۔ راقم سطور شاہ انجم] انجمن ترقی اُردو کے بعد سنہ ۱۹۷۳ء سے ۲۰۰۵ء تک انھوں نے ۳۲ربرس ایک گوشے میں بیٹھ کر تصنیف و تالیف اور تحقیقی کاموں میں گزارے۔ آپ نام ونمود سے حد درجہ پرہیز کرتے تھے۔ مشاعروں اور دوسری ادبی تقریبات میں کبھی شریک نہیں ہوتے تھے لیکن اس کے باوجود برصغیر پاک و ہند اور دیگر ممالک کی ادبی اور غیر ادبی کارگزاریوں کی تازہ ترین اطلاع رہتی تھی۔ مشفق خواجہ ایک انسٹی ٹیوشن تھے۔ وہ کئی اداروں کی رہنمائی کررہے تھے ادارہ یادگار غالب اور غالب لائبریری کے قیام اور اس کے ابتدائی کاموں میں خواجہ صاحب، مرزا ظفر الحسن کے شریک اور مشیر تھے۔

مشفق خواجہ کے ذاتی کتب خانے کا شمار ایشیا کے منفرد کتب خانوں میں کیا جاسکتا ہے۔ آپ ذہنی اور فکری طور پر بہت خوش مزاج، بے حد حاضر دماغ، بذلہ سنج اور زندہ دل انسان تھے۔ بات سے بات نکالنے اور جملے بازی میں ان کا کوئی جواب نہ تھا۔ ان کی حس لطیف بہت تیز اور ذوق لاجواب تھا۔ وہ شگفتہ مزاج ہی نہ تھے بلکہ شگفتہ نگار اور شگفتہ بیان بھی تھے۔

آپ کی تالیفات، مرتّبات اور تصانیف میں 'سعادت خاں کا تذکرۂ خوش معرکہ زیبا'، 'پرانے شاعر نیا کلام'، 'ابیات' (آپ کا مجموعۂ کلام)۔ 'اقبال' از احمد دین، 'غالب اور صفیر بلگرامی'، 'جائزہ مخطوطات اُردو' اور 'کلیاتِ یگانہ' کے علاوہ دو درجن تحقیقی مقالات بھی شامل ہیں جو برصغیر کے مختلف علمی جریدوں میں شائع ہوئے۔ نیز آپ نے ریڈیو پاکستان کے لیے ۱۹۶۵ء سے ۱۹۷۶ء تک مختلف موضوعات پر تقریباً پانچ سو فیچر لکھے، اور ۱۹۷۱ء سے ۱۹۹۷ء تک مختلف اخبارات کے لیے دو ہزار سے زائد کالم لکھے۔ ان کالموں کا ایک انتخاب کتابی صورت میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ آپ کی علمی و ادبی خدمات کے اعتراف میں سنہ ۱۹۹۸ء میں آپ کو صدارتی ایوارڈ سے نوازا گیا۔ ۲۱رفروری ۲۰۰۵ء، پیر کی رات دس بج کر دس منٹ پر مشفق خواجہ دارِ فانی سے رُخصت ہوگئے۔[احمد حسین صدیقی: ''دبستانوں کا دبستان، کراچی''، ملخصاً از ص ۱ تا ۸]

۳۳ مسیح الدین صدیقی ولد قمر علی صدیقی اناوی معروف ماہر تعلیم، بیوروکریٹ، سابق جائنٹ سیکریٹری، سابق ڈائریکٹر جنرل اکادمی ادبیات، پاکستان

ولادت: ۱۹۳۱ء اناؤ

وفات: ۲ردسمبر ۲۰۰۱ء، اسلام آباد

تدفین: مرکزی قبرستان، اسلام آباد

[بحوالہ: ''وفیاتِ ناموران پاکستان'' از ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ طبع اوّل، لاہور، اُردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۶ء]

۳۴ بیگم ہُرمزی قدوائی ایم اے (علیگ) جلیل قدوائی کی دوسری بیگم تھیں۔ آپ کا تعلق دہلی کے ایک تجارت پیشہ خاندان سے تھا جو 'محلّہ تراہا بیرم خاں' میں سکونت پذیر تھا۔ ۱۹۳۹ء کے وسط میں آپ جب

جلیلؔ قدوائی کے نکاح میں آئیں تو اس وقت آپ کی تعلیم میٹرک تک تھی۔ مگر اپنے شوق اور لگن کے باعث ایم اے (اسلامی تاریخ) تک اپنی تعلیم مکمل کی۔ آپ ایک جانی پہچانی مضمون نگار اور مصنفہ ہیں اور بچوں کے لٹریچر کی فراہمی میں آپ نے قابلِ ذکر کام کیا ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر محمود الرحمٰن کی کتاب ''اُردو میں بچوں کا ادب'' میں ان کا خصوصی تذکرہ آیا ہے۔ اپنے تدریسی شوق سے مجبور ہوکر پہلے مس جناح کے خاتونِ پاکستان اسکول میں کچھ دن پڑھایا پھر ''نارتھ ناظم آباد کی نئی نئی آبادی میں''، ''وہاں کے بعض دوستوں کے شدید اصرار پر ایک'' علاحدہ ''اورنگی ہلز اسکول'' کھولا۔
[جلیلؔ قدوائی (ملخصاً) ''آپ بیتی''، مشمولہ ماہنامہ ''دائرے'' کراچی، ستمبر ۱۹۸۹ء، ص ۴۲]

۳۵۔ جلیلؔ قدوائی کی بڑی صاحب زادی ہیں۔

۳۶۔ مشہور اسکالر ہیں جنھوں نے راس مسعود کے انگریز احباب پر کام کیا ہے۔

۳۷۔ اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کر رہا ہے تو مجھے جلیلؔ قدوائی مرحوم نے بتایا تھا کہ آپ خان بہادر سیّد نجم الدین احمد جعفری ڈپٹی ڈائریکٹر پبلک انفارمیشن بیورو حکومت ہند کے صاحب زادے ہیں اور صدر انجمن ترقی اُردو، پاکستان نور الحسن جعفری کے برادرِ نسبتی، سابق گورنر سندھ اظفر کمال کے خُسر نیز راس مسعود سوسائٹی کے صدر۔ آخر میں ٹانگوں سے معذور ہوجانے کے باوجود وہیل چیئر پر، کراچی کی اکثر علمی و ادبی تقاریب میں بڑے اہتمام سے شریک ہوا کرتے تھے۔ راقمِ سطور ایک مرتبہ جلیلؔ قدوائی اور پروفیسر معروف قدوائی کے ہمراہ آپ کی قیام گاہ واقع پی سی ایچ سوسائٹی میں ملاقات کر چکا ہے۔ اب مرحوم ہو چکے۔

۳۸۔ ڈاکٹر سیّد انعام احسن، اُردو کے ممتاز مزاحیہ شاعر، ماہر امراضِ چشم، مجموعۂ کلام ''چشم دید''، ۱۹۸۰ء۔

ولدیت: احسن مارہروی
وفات: مئی ۲۰۰۰ء
تدفین: کراچی

[بحوالہ: ''وفیاتِ نامورانِ پاکستان'' از ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ، طبع اوّل، لاہور، اُردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۶ء۔]

۳۹۔ سیّد حسن احمد شاہ ایڈوکیٹ لطیف آباد یونٹ نمبر ۲ (حیدرآباد، سندھ) میں سکونت پذیر تھے مرحوم ہو چکے ہیں۔ حیدرآباد کی سیاسی اور سماجی حلقوں میں آپ کی خدمات تعارف سے بے نیاز ہیں۔ آپ اودھ کے ضلع ''اُناؤ کے نامی بزرگ اور سینکڑوں مسلمانوں کے پیرومرشد سیّد ابراہیم شاہ کے چھوٹے فرزند تھے تقسیم سے قبل صوبۂ متحدہ میں آپ کا شمار مسلم لیگ کے سرکردہ لیڈروں میں ہوتا تھا۔ موصوف کے بڑے بھائی سیّد محمد احمد شاہ اسکول میں جلیلؔ قدوائی کے ہم جماعت اور قریبی دوست تھے۔ افسوس جوانی ہی میں فوت ہوگئے''۔
[جلیلؔ قدوائی، 'حیاتِ مستعار' جلد اوّل، طبع اوّل، کراچی، مکتبہ اسلوب، ۱۹۸۷ء، ملخصاً از ص ۱۱۵]

۴۰ حیدرآباد، انڈس گلاس فیکٹری (المعروف کانچ مل واقع مکرانی پاڑہ) کے مالک اور مشہور تاجر ممتاز سماجی شخصیت متعدد ادبی و ثقافتی اور تعلیمی اداروں کے معاون و سرپرست، لطیف آباد نمبر ۸ (نزد فائر بریگیڈ) میں سکونت پذیر تھے۔ اب مرحوم ہو چکے ہیں۔

۴۱ جلیل قدوائی کے صاحبزادے تھے، جو جواں مرگی کا داغ دے گئے۔

۴۲ پروفیسر شجاع احمد زیبا، شاعر، مقرر اور ماہرِ تعلیم، ۲۷ر اکتوبر ۱۹۲۲ء کو امروہہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام ضیاء احمد خاں تھا۔ آپ نے انٹرمیڈیٹ سے ایم۔اے، ایل ایل بی تک کے امتحانات علی گڑھ یونیورسٹی سے پاس کیے۔ بعد ازاں مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ اُردو میں اسسٹنٹ لیکچرار مقرر ہو گئے۔ ۱۹۴۸ء میں کراچی آ گئے۔ اُردو کالج، جناح کالج اور اسلامیہ کالج میں پڑھایا۔ نیو علی گڑھ کالج ٹنڈو آدم اور سراج الدولہ کالج، کراچی کے پرنسپل رہے۔ مولوی عبدالحق کے ساتھ تا مرگ رفاقت رہی اور انجمن کے تنظیمی اُمور میں ان کا ساتھ دیا۔

۱۹۵۰ء سے ۱۹۵۴ء تک ''قومی زبان'' کراچی کے مدیر بھی رہے۔ ان کی تصانیف میں قلمی خاکوں کا تاریخی جائزہ (غیر مطبوعہ) مولوی نذیر احمد دہلوی (ایک تاریخی جائزہ) شامل ہیں۔

آپ ہسٹاریکل سوسائٹی کے رکن اساسی، نیشنل ایجوکیشن سوسائٹی کے رکن اور آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی کی مجلس منتظمہ کے بھی رکن تھے۔ علی گڑھ اسپرٹ ان کے مزاج میں رچی بسی تھی۔

آپ نے ۲۶ر نومبر ۱۹۹۵ء کو وفات پائی۔ پاپوش نگر کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

[احمد حسین صدیقی: ''دبستانوں کا دبستان، کراچی''، جلد اول، کراچی، ۲۰۰۳ء، ملخصاً از ص ۲۴۴۔۲۴۵]

۴۳ ڈاکٹر ممتاز حسن ۶ر اگست ۱۹۰۷ء کو بہ مقام تلونڈی، موسیٰ خان، ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۸ر اکتوبر ۱۹۷۴ء کو کراچی میں انتقال ہوا۔ تفصیلی معلومات کے لیے درج ذیل کتابوں سے رجوع کیا جائے۔

۱۔ ''ممتاز حسن: احوال و آثار''، از فرزانہ ناہید گیلانی، طبع اوّل، کراچی، انجمن ترقی اُردو، پاکستان، ۲۰۰۴ء

۲۔ ''چند اکابر، چند معاصر''، از جلیل قدوائی، طبع اوّل، کراچی، ادارۂ نگارش و مطبوعات، ۱۹۷۷ء، صفحات ۲۳۷ تا ۲۶۴

۳۔ ''دبستانوں کا دبستان کراچی''، حصہ اوّل، مؤلفہ احمد حسین صدیقی، طبع اوّل، کراچی، محمد حسین اکیڈمی، ۲۰۰۳ء، ص ۴۶۹ تا ۴۷۱۔

۴۴ حاشیہ نمبر ۲۷ ملاحظہ ہو۔

۴۵ مولوی عزیز الحق کے بارے میں بزرگ، ادیب اور محقق جناب محمد احمد سبزواری نے ۷ر اگست ۲۰۰۷ء کو دورانِ گفتگو راقم کو بتایا کہ آپ مولوی احتشام الحق کے برادر خرد ہیں۔ جیکب لائن کراچی میں سکونت رکھتے تھے۔

۴۶ حاشیہ نمبر ۳۴ ملاحظہ ہو۔
۴۷ سابق لیڈی، راس مسعود
۴۸ ''مسئلۂ یادگار مسعود'' (ایک اپیل) کتابچہ، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، سنہ ندارد [غالباً جولائی ۱۹۶۹ء کے لگ بھگ] ص ۳
۴۹ ایضاً: ص ۱ تا ۵۔
۵۰ جلیل قدوائی : (تقریر) بموقع جلسۂ راس مسعود منعقدہ کراچی، بتاریخ ۶ رجون ۱۹۶۶ء مطبوعہ بعنوان ''مسئلۂ یادگارِ مسعود''، (ایک اپیل)، ص ۳
۵۱ ایضاً: ملخصاً، ص ۳
۵۲ جلیل قدوائی: (تقریر) بموقع جلسہ منعقدہ جامعہ کراچی، یوم جمعہ بتاریخ: ۱۷را کتوبر ۱۹۷۵ء زیر صدارت ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی، وائس چانسلر جامعہ کراچی، مطبوعہ Library News Bulletin Vol.III Feb: and March 1976 Page # 6، زیر اہتمام ڈاکٹر محمود حسین لائبریری، یونیورسٹی آف کراچی۔
۵۳ جلیل قدوائی: ''مسئلۂ یادگارِ مسعود'' ایضاً ص ۴۔۵۔
۵۴ روزنامہ ''حریت''، کراچی، ۲۶ راگست ۱۹۶۳ء، ص ۶۔
۵۵ جلیل قدوائی: (ملخصا) گزارش مشمولہ ''تجزیے اور تجربے''، کراچی، طبع اوّل، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۹۰ء، ص ۷
۵۶ تبصرہ بر ''شعلۂ مستعجل''، مرتبہ جلیل قدوائی، مشمولہ ''فاران''، کراچی، جلد نمبر ۳۵، شمارہ نمبر ۵، فروری ۱۹۸۴ء، ص ۵۰
۵۷ جلیل قدوائی، (تقریر) ''مسئلۂ یادگارِ مسعود (ایک اپیل)''، ص ۶
۵۸ جلیل قدوائی (تقریر): ''جامعۂ کراچی میں گوشۂ راس مسعود''، مشمولہ ''تجزیے اور تجربے''، طبع اوّل، کراچی، ۱۹۹۰ء، ص ۱۹۶
۵۹ ایضاً: ''مسئلۂ یادگارِ مسعود (ایک اپیل)''، ص ۵
۶۰ ایضاً: ص ۵۔۶
۶۱ ایضاً: ملخصاً ص ۲ تا ۶ نیز، ''جامعہ کراچی میں گوشۂ راس مسعود''، مشمولہ ''تجزیے اور تجربے''، ص ۱۹۶
۶۲ ''مسئلۂ یادگارِ مسعود (ایک اپیل)''، ایضاً ص ۶۔۷
۶۳ ایضاً: ص ۷
۶۴ ایضاً: ص ۷
۶۵ ایضاً: ص ۷
۶۶ ''جامعۂ کراچی میں گوشۂ راس مسعود''، مشمولہ ''تجزیے اور تجربے''، ص ۱۹۸

۶۷۔ ایضاً: ص۱۹۹
۶۸۔ ''مسئلۂ یادگارِ مسعود''، ص۶
۶۹۔ (تقریر) ''جامعۂ کراچی میں گوشۂ راس مسعود'' مشمولہ ''تجزیے اور تجربے''، ص۱۹۴
۷۰۔ جلیل قدوائی: ''گزارش'' مشمولہ ''تجزیے اور تجربے''، کراچی، ص۷
۷۱۔ لائبریری نیوز بلیٹن، محمود حسین لائبریری، یونیورسٹی آف کراچی، والیم III، مطبوعہ فروری اور مارچ، ۱۹۶۷ء، ص۴۔
۷۲۔ ایضاً، ص۴۔
۷۳۔ جلیل قدوائی: (تقریر) مسئلۂ یادگارِ مسعود (ایک اپیل)، ص۷
۷۴۔ جلیل قدوائی: ''گزارش''، مشمولہ ''تجزیے اور تجربے''، ص۷
۷۵۔ بحوالہ مکتوبِ جلیل قدوائی بنام شاہ انجم محررہ ۲۴رمئی ۱۹۹۴ء، از جہلم (غیر مطبوعہ)
۷۶۔ ''مسئلۂ یادگارِ مسعود''، ص۷
۷۷۔ ''مرقع مسعود''، مرتبہ جلیل قدوائی: گزارشِ مرتب، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۲۹رمئی ۱۹۶۶ء، ص۹
۷۸۔ مطبوعہ و مشمولہ: ''خیابانِ مسعود''، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۷۰ء، ص۱۲
۷۹۔ ایضاً: ملخصاً ص۱۲
۸۰۔ جلیل قدوائی: گزارش مشمولہ ''تجزیے اور تجربے''، کراچی، طبع اوّل، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۹۰ء، ص۸۔۹
۸۱۔ ایضاً: ص۸۔۹
۸۲۔ ایضاً: ص۸۔۹
۸۳۔ مشفق خواجہ: (مضمون) ''حرفے چند''، مشمولہ (مجموعہ کلام) ''خاکسترِ پروانہ''، از جلیل قدوائی، طبع اوّل، کراچی، اگست ۱۹۸۸ء، ص۱۹ / بعد ازاں طبع ثانی، ''قومی زبان''، کراچی، مارچ ۱۹۹۶ء، ص۷۔۸
۸۴۔ ایضاً: ص۷۔۸
۸۵۔ ایضاً: ص۷۔۸
۸۶۔ جلیل قدوائی (تقریر): ["Library News Bulletin" Page # 7-8, Feb: March 1976. Vol-III
زیر اہتمام: ''محمود حسین لائبریری''، جامعۂ کراچی]
۸۷۔ حسین امام، سیّد (۲۱رفروری ۱۸۹۷ء ''گیا''۔ ۱۶رجنوری ۱۹۸۵ء، کراچی) آل انڈیا مسلم لیگ کے ممتاز رہنما۔ ممبر آل انڈیا مسلم کانفرنس ۱۹۳۱ء۔ ممبر گورننگ باڈی قائداعظم اکادمی، کراچی، نائب صدر آل پاکستان مہاجر بورڈ، سندھ مہاجر بورڈ، صوبائی صدر مسلم لیگ بہار، چیئر مین ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن (۱۹۵۴۔۱۹۵۹ء) وغیرہ مزید معلومات کے لیے رجوع کریں:

"Muslim India" (1857-1947) A biographical dictionary, Ahmed Saeed. Lahore, Institute of Pakistan Historical Research June, 1997, Page No.163-164.

۸۸۔ سیّد ہاشمی فرید آبادی (۱۸۹۰ء۔۱۹۶۴ء) کے اجمالی حالات و خدمات کے لیے ملاحظہ ہو: ''دبستانوں کا دبستان کراچی''، جلد دوم۔علاوہ ازیں پروفیسر شجاع احمد زیبا کا مضمون ملاحظہ ہو: ''سید ہاشمی فرید آبادی: مختصر حالات'' مشمولہ ''انشائے ہاشمی'' مرتبہ جلیل قدوائی، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۹۲ء، ص۱۴۔

۸۹۔ پروفیسر نظیر صدیقی: (مضمون): ''جلیل قدوائی صاحب''، مشمولہ ''قومی زبان''، کراچی، جلد: ۶۴، شمارہ ۱۰، اکتوبر ۱۹۹۲ء، ص ۲۱

۹۰ تا ۹۴۔ ''شعلۂ مستعجل'' (مرتبہ: جلیل قدوائی، مطبوعہ ۱۹۸۲ء) کی تقریب رونمائی، منعقدہ ۲۷رمئی ۱۹۸۳ء میں پڑھا گیا مقالہ: ایک پہلودار شخصیت'' مطبوعہ و مشمولہ ''اوراقِ گل''، مرتبہ جلیل قدوائی، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۸۹ء، ص ۹ تا ۱۲۔

## کتابیات


۱۔ احمد حسین صدیقی: ''دبستانوں کا دبستان کراچی''، جلد اوّل، کراچی، محمد حسین اکیڈمی، ۲۰۰۳ء۔

۲۔ احمد حسین صدیقی: ''دبستانوں کا دبستان کراچی''، جلد دوم، کراچی، محمد حسین اکیڈمی، اگست ۲۰۰۵ء۔

۳۔ اعجاز حسین، سیّد، ڈاکٹر: ''مختصر تاریخِ ادب اُردو''، طبع سوم، کراچی، اُردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۷۱ء۔

۴۔ اقبال، علامہ: ''ارمغانِ حجاز''، مشمولہ ''کُلیاتِ اقبال''، طبع ششم، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ستمبر ۱۹۸۴ء

۵۔ جلیل قدوائی: ''اصنامِ خیالی''، طبع اوّل، علی گڑھ، اختر پرنٹنگ ورکس، ۱۹۳۳ء۔

۶۔ جلیل قدوائی: ''انتخابِ حسرت''، طبع اوّل، کراچی، اُردو اکیڈمی سندھ، جون ۱۹۵۲ء۔

۷۔ جلیل قدوائی: ''انتخابِ شعرائے بدنام''، طبع اوّل، کراچی، اُردو اکیڈمی سندھ، نومبر ۱۹۶۵ء۔

۸۔ جلیل قدوائی: ''انشائے ہاشمی''، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۹۲ء۔

۹۔ جلیل قدوائی: ''اوراقِ گل''، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۸۹ء۔

۱۰۔ جلیل قدوائی: ''تجزیے اور تجربے''، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۹۰ء۔

۱۱۔ جلیل قدوائی: ''تذکرے و تبصرے''، طبع اوّل، کراچی، اُردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۵۹ء۔

۱۲۔ جلیل قدوائی: ''تنقیدیں اور خاکے''، طبع اوّل، کراچی، اُردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۵۲ء۔

۱۳۔ جلیل قدوائی: ''چند اکابر، چند معاصر''، طبع اوّل، کراچی، ادارۂ نگارش و مطبوعات، ۱۹۷۷ء۔

۱۴۔ جلیل قدوائی: ''چند اور اکابر، چند اور معاصر''، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۹۳ء۔

۱۵۔ جلیل قدوائی: ''حیاتِ مستعار''، (۱) طبع اوّل، کراچی، مکتبۂ اسلوب، ۱۹۸۷ء۔

۱۶۔ جلیل قدوائی: ''حیاتِ مستعار''، (۲) طبع اوّل، کراچی، شش ماہی غالب، ۱۹۹۲ء۔
۱۷۔ جلیل قدوائی: ''خاکستر پروانہ''، طبع اوّل، کراچی، مکتبۂ ہم زبان، اگست ۱۹۸۸ء۔
۱۸۔ جلیل قدوائی: ''خیابانِ مسعود''، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۷۰ء۔
۱۹۔ جلیل قدوائی: ''دیوانِ بیدار''، طبع اوّل، الہٰ آباد، ہندوستانی اکیڈمی، یو پی، ۱۹۳۷ء۔
۲۰۔ جلیل قدوائی: ''نقش نگار''، طبع اوّل، علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی پریس، ۱۹۳۰ء۔
۲۱۔ جلیل قدوائی: ''ریلمس آف گولڈ'' (انگریزی)، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۸۶ء۔
۲۲۔ جلیل قدوائی: ''سر سیّد علیہ الرحمہ وضمیمہ سیّد محمود''، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۸۵ء۔
۲۳۔ جلیل قدوائی: ''سیرِ گل''، طبع اوّل، علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی پریس، ۱۹۲۷ء۔
۲۴۔ جلیل قدوائی: ''شُعلۂ مستعجل''، باراوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۸۰ء۔
۲۵۔ جلیل قدوائی: ''فوسٹر۔ مسعود لیٹرز''، باراوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۸۴ء۔
۲۶۔ جلیل قدوائی: ''شعراء وشعریات''، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۹۱ء۔
۲۷۔ جلیل قدوائی: ''کلامِ غالب، نسخۂ قدوائی''، طبع اوّل، کراچی، ادارۂ نگارش ومطبوعات، ۱۹۷۳ء۔
۲۸۔ جلیل قدوائی: ''مجلہ یادگارِ مسعود''، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۶۴ء۔
۲۹۔ جلیل قدوائی: ''مرقعِ مسعود''، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۶۶ء۔
۳۰۔ جلیل قدوائی [مسعود کا] ''سفرِ جاپان'' (انگریزی)، طبع اوّل، کراچی، ۱۹۶۸ء۔
۳۱۔ جلیل قدوائی: ''مسئلۂ یادگارِ مسعود''، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، سن ندارد۔
۳۲۔ جلیل قدوائی: ''مکتوباتِ عبدالحق''، طبع اوّل، کراچی، مکتبۂ اسلوب، ۱۹۶۳ء۔
۳۳۔ جلیل قدوائی: ''موناوانا''، طبع اوّل، علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی پریس، ۱۹۳۳ء۔
۳۴۔ جلیل قدوائی: ''نقش ونگار''، طبع اوّل، علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی پریس، ۱۹۳۰ء۔
۳۵۔ جلیل قدوائی: ''نوائے سینہ تاب''، طبع اوّل، کراچی، ۱۹۵۱ء۔
۳۶۔ جلیل قدوائی: ''وہن انڈیا واز ڈوائڈڈ'' (انگریزی)، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۸۷ء۔
۳۷۔ سکسینہ، رام بابو: ''تاریخ ادبِ اُردو''، مترجمہ: مرزا محمد عسکری، لکھنؤ، نول کشور پریس، ۱۹۲۹ء۔
۳۸۔ شاہ انجم: ''جلیل قدوائی، شخصیت اور فن''، طبع اوّل، کراچی، رفاہ پبلی کیشنز، فروری ۱۹۹۲ء۔
۳۹۔ شہزاد منظر: ''تاریخ انجمن، بابائے اُردو مولوی عبدالحق کے بعد''، طبع اوّل، کراچی، انجمن ترقی اُردو، پاکستان، ۲۰۰۲ء۔
۴۰۔ فرزانہ ناہید گیلانی: ''ممتاز حسن، احوال وآثار''، طبع اوّل، کراچی، انجمن ترقی اُردو، پاکستان، ۲۰۰۴ء۔
۴۱۔ مخمور اکبرآبادی: ''فانؔی: شخصیت اور حُسنِ بیاں''، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۷۱ء۔
۴۲۔ مخمور اکبرآبادی: ''مشرقِ تاباں''، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی، ۱۹۶۷ء۔
۴۳۔ منیر احمد سلیچ، محمد، ڈاکٹر: ''وفیاتِ نامورانِ پاکستان''، طبع اوّل، لاہور، اُردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۶ء۔

۴۴۔ نسیم احمد قریشی (مرتب): ''علی گڑھ تحریک آغاز تا امروز''، طبع اوّل، لکھنؤ، ۱۹۶۰ء۔
۴۵۔ Ahmed Saeed: Muslim Indian (1857-1947) A biographical Dictionary, Lahore, Institute of Pakistan Historical Research, June, 1997.

## مکتوب

۴۶۔ مکتوبِ جلیل قدوائی بنام شاہ انجم، محررہ، ۲۴ رمئی ۱۹۹۴ء، از جہلم (غیر مطبوعہ)۔

## رسائل

۴۷۔ ''اُردو'' سہ ماہی، اورنگ آباد (دکن)، مسعود نمبر، اکتوبر تا دسمبر، ۱۹۳۷ء۔
۴۸۔ ''سب رس'' ماہ نامہ، کراچی، جولائی، ۱۹۸۰ء۔
۴۹۔ ''دائرے'' ماہنامہ، کراچی، ستمبر ۱۹۸۹ء۔
۵۰۔ ''عصمت'' ماہنامہ، کراچی، اگست ۱۹۷۹ء۔
۵۱۔ ''قومی زبان'' ماہ نامہ، کراچی، اکتوبر ۱۹۹۲ء۔
۵۲۔ ''لائبریری نیوز بلیٹن''، کراچی، ڈاکٹر محمود حسین خاں لائبریری، کراچی یونیورسٹی، فروری، مارچ ۱۹۷۶ء۔

## اخبارات

۵۳۔ روز نامہ ''انجام''، کراچی، ۳۱ راگست ۱۹۶۳ء۔
۵۴۔ روز نامہ ''حریت''، کراچی، ۱۸ راگست ۱۹۶۳ء اور ۲۶ راگست ۱۹۶۳ء۔

O < ------ > O